غور وفکر کے دریچے کھولنے والا قدیم ادبی شہہ پارہ

کلیلہ ودمنہ

مترجم

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

نام کتاب : کلیلہ ودمنہ (اردو)

مترجم : مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی (09542235137)

صفحات : 230

سنِ طباعت : ۱۴۳۵ھ - ۲۰۱۴ء

کمپوزنگ : حافظ محمد حسام الدین، فون: 07386561390

تزئین : مفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری،فون:09704172672

ناشر : قبا گرافکس، حیدرآباد،فون:08801198133

ملنے کے پتے

- مدرسہ خیر المدارس، بورابنڈہ، حیدرآباد،فون: 23836868 - 040
- دکن ٹریڈرس، پانی کی ٹانکی، مغلپورہ، حیدرآباد،فون:66710230 - 040
- فضل بک ڈپو، جامع مسجد ملے پلی، حیدرآباد،فون:9440039231
- مکتبہ احیاءِ سنت، مسجدِ ٹین پوش لال ٹیکری، حیدرآباد،فون:23325952-040
- مکتبہ فیض العلوم، سعید آباد، حیدرآباد،فون:24557422 - 040
- ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد،فون:66714341 - 040
- ہُدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی، حیدرآباد،فون:24514892 - 040
- مکتبہ ابن کثیر، پانی کی ٹانکی، مغلپورہ، حیدرآباد،فون:
- مکتبہ نعیمیہ دیوبند، یوپی

فہرست مضامین

پیش لفظ	4
نگاہ اولین	9
ابتدائیہ	11
عرض مترجم	14
کتاب کا تعارف	17
مقدمہ کتاب	29
برزویہ کی ملک ہندروانگی	52
برزویہ اور بزرجمہر بن بختان کے قلم سے اسکا	62
شیر اور بیل	74
دمنہ کے معاملے میں غور وخوض	116
اخوان الصفا (خالص دوست)	132
الّو اور کوے	147
بندر اور کچھوا	168
عابد اور نیولا	174
چوہا اور بلی	177
بادشاہ اور فنزہ پرندہ	183
شیر اور گیدڑ	189
ایلاذ، بلاذ اور ایراخت	198
شیرنی، تیرانداز اور شعہر	212
عابد اور مہمان	215
مسافر اور سنار	217
بادشاہ کا بیٹا اور اس کے ساتھی	222
کبوتر، لومڑی اور بگلا	228

پیش لفظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ اس کی ہر جاندار مخلوق اپنے ہم جنسوں سے رابطہ کی ایک زبان رکھتی ہے، انسان تو خیر اشرف المخلوقات ہے اور اسے اللہ کی جانب سے ''بیان'' کی تعلیم دی گئی ہے، حیوانات بھی مخصوص زبان رکھتے ہیں، جب کہ وہ ہمیں قوت گویائی سے محروم نظر آتے ہیں، یا ہم ان کی آواز سنتے بھی ہیں تو نہیں سمجھتے : ''وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ'' (الاسراء: ۴۴) ''کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو''، حضرت سلیمان علیہ السلام کو معجزاتی طور پر چرند و پرند کی زبان سمجھا دی گئی تھی، جب ایک چیونٹی نے کہا تھا: ''يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ'' (النمل: ۱۸) (اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ) تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا کہ آپ کو وہ نعمتیں دی گئی تھیں جو عام انسانوں کو نہیں دی گئی تھیں، اس میں ایک مخصوص نعمت پرندوں کی زبان سے واقفیت بھی تھی؛ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا: ''يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ'' (النمل: ۱۶) (لوگوں ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئیں ہیں)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جواں سال انصاری صحابی کے باغ میں جب ایک ''ناضح'' (آب رسانی کے کام آنے والا اونٹ) دیکھا تو اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلایا اور آبدیدہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اُترے، اس کی کنپٹی اور پیٹھ پر شفقت کا ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مالک سے فرمایا:

''ألا تتقی الله في هذه البهيمة التي ملكك الله إياها، فإنه شكاك إلي وزعم أنك تجيعه وتدئبه''(مسند احمد: ۱۷۵۴)''کیا تم اس بے جان جانور کے سلسلہ میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا ہے، اس نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے اور کہا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھ کر تھکاتے ہو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو تخاطب کے لئے ایک زبان دی ہے، جس کی مدد سے وہ اپنے ماحول میں زندگی گذار رہا ہے، یہ زبان رنگ و بو، نقل وحرکت اور مختلف قسم کی آوازوں سے عبارت ہوتی ہے، مثلاً چیونٹیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو مس کر کے اپنا پیغام پہنچاتی ہیں، جانداروں کی یہی وہ زبان ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی برادری کو منظم کر پاتے ہیں اور ان کے درمیان تعاون باہمی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، موجودہ زمانے میں جانوروں کے رابطہ کی زبان (Animal Communication) باضابطہ ایک قابل تحقیق موضوع بنا دیا گیا ہے اور حیاتیات (Biology) کے ماہرین جانوروں کے درمیان پائے جانے والے رابطہ کے ذرائع کو اپنے دلچسپ مطالعہ کا موضوع بنا چکے ہیں، جسے وہ (Zoosemiotics) یا (Zoomusiclogy) کہتے ہیں اور یہ حیرت انگیز بات ہے کہ جس طرح وہ اپنے ہم جنسوں کی زبان سمجھتے ہیں، انسانوں کو بھی اپنی باتیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور خود انسانی ہدایات قبول بھی کرتے ہیں اور اس طرح انسان کی بہت سی ضرورتوں میں کام آتے، قرآن میں شکاری جانوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللهُ''(المائدۃ: ۴)''اور اللہ نے جو تمہیں آگہی دی ہے، اس سے تم ان کی تربیت کرتے ہو'' حضرت انسان کا قصہ بھی عجیب ہے، جس جانور کو وہ اپنا خادم سمجھتا ہے، جس سے اپنے کام نکالتا ہے اور اپنی عقل و ہوشمندی سے اسے اپنے چشم و ابرو کے اشارہ کا پابند رکھتا ہے اور اپنی کمال ہوشیاری سے خونخوار درندوں کو بھی یہ سبق سکھاتا ہے کہ میں اپنی تدبیر سے تمہیں دم کے دم میں اسیر دام کر سکتا ہوں؛ لیکن جب وہ اپنے ہم جنس انسانوں کو عقل ودانائی کی باتیں سنا کر نصیحت کرنا چاہتا ہے تو انھیں جانوروں کی باتیں سناتا ہے جن کو وہ مجبور محض سمجھتا ہے اور یہاں بھی وہ اپنی

ذہانت کا ایک ثبوت فراہم کرتا ہے کہ وہ چاہے تو بے زبان جانوروں کی زبان سے حکمت و موعظت کے دفتر جمع کر دے؛ لیکن عمل کی دنیا میں توفیق سے محروم ہو تو وہ گفت وشنید اور فہم وبصیرت کی بے پناہ صلاحیتوں کے باوجود بھی جانوروں سے بدتر ہوجائے: "أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ" (الاعراف:۱۷۹) ''وہ چوپایہ کی طرح ہیں؛ بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے''۔

جانوروں کی زبان میں قصہ نویسی کا رجحان بہت قدیم ہے، یونانی قلمکار ایسوب (۵۸۴-۶۲۰ق،م) کو جانوروں کی زبان میں من گھڑت کہانیاں تیار کرنے والوں میں اولین مصنف کے طور پر جانا جاتا ہے اور (Aesop's Fables) آج بھی ادبی کہانیوں کے بہت معتبر نمونے سمجھے جاتے ہیں، دنیا کی مختلف زبانوں میں یہ سلسلہ جاری رہا، ہندوستان میں نظم ونثر دونوں میں ''پنچتنتر'' یا ''فصول خمسہ''(Five Principles) نامی کتاب تیار کی گئی، یہ تیسری صدی قبل مسیح کی بات ہے جب وشنوشرما نے دنیا کے سامنے یہ ادبی سرمایہ سنسکرت زبان میں پیش کیا تھا، اس کتاب کو توقع سے بڑھ کر مقبولیت حاصل ہوئی اور جانوروں کی زبانی لکھے گئے قصوں (Beast Fables) میں اس کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی، اس کی اسی مقبولیت کی علامت ہے کہ دنیا کی تقریباً پچاس زبانوں میں اس کے ترجمے ہوچکے ہیں، یورپ کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے (The Fables of Bidpai) یا (Pilpay's Fables) کے نام سے مشہور ہوئے، فرنچ میں اس کا ترجمہ ''الاسلام وحضارتہ'' نامی کتاب کے مصنف مشہور مستشرق اندریہ میکل نے کیا جس پر ان کو ایک بڑا ایوارڈ بھی دیا گیا، شاہ ایران کسریٰ نوشیرواں نے اپنی مملکت کے نظم وانتظام میں ایک سبق آموز کتاب کے طور پر قدیم فارسی زبان ''پہلوی'' میں اس کا ترجمہ اپنے ماہر طبیب برزویہ سے کروایا، فارسی زبان میں ابوالمعالی نصر اللہ اور حسین واعظ کاشفی وغیرہ نے بھی اس کا ترجمہ کیا، خود سنسکرت زبان میں بھی پھر سے اس کا منقح ترجمہ کرایا گیا۔

عربی زبان میں اس کا ترجمہ عباسی دور کے فارسی نژاد نامور ادیب وانشاء پرداز

عبداللہ بن مقفع (۱۰۶-۱۴۲ھ) نے پہلوی زبان سے کیا، آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں جب یہ ترجمہ سامنے آیا تو عربی زبان کے نثری ادب کو ایک قیمتی ادبی شاہکار مل گیا ،یقین ہی نہیں آتا کہ یہ ترجمہ ہے، اس لئے بہت سے محققین اس کتاب کو ابن مقفع کی ذاتی کاوش قرار دیتے ہیں؛ لیکن اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں چوں کہ سنسکرت کی اصل کہانی بھی یہی ہے، ہاں عربی میں کچھ اضافے ضرور ہیں، یہ تو انسان کے علمی میراث کی خصوصیت ہے کہ اس کا کوئی وطن نہیں ہوتا ''کلیلہ ودمنہ'' کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ عباسی شاعر ابان لاحقی نے پوری کتاب کا عربی میں ہی منظوم ترجمہ کیا، اس کے بعد شریف بن بہار یہ نے بھی اس کا ترجمہ کیا جسے اول الذکر سے بہتر منظوم ترجمہ سمجھا جاتا ہے، اس کے علاوہ بھی اس کے منظوم ترجمے ہوئے ، ابوعبداللہ محمد بن الحسین بن عمر الیمنی نے '' مضاہاۃ أمثال کلیلۃ ودمنۃ'' لکھ کر یہ ثابت کیا کہ اس میں جو کہاوتیں ہیں وہ سب قدیم شعراء کے ذخیرۂ شعر وادب میں موجود ہیں اور ہر ایک مثل کے سامنے عربی کا کوئی قدیم شعر پیش کر کے دکھایا ہے کہ ابن مقفع نے یہ فکر یہاں سے لی ہے، غرض کہ اس کتاب پر مختلف زبانوں میں مختلف نوعیتوں کی علمی کاوشیں یہ بتاتی ہیں کہ یہ کتاب زبان وادب کو سیکھنے سکھانے اور حاکم ومحکوم کو اپنے اپنے دائرہ میں دور اندیشی کی تعلیم دینے میں ایک نمایاں اور کامیاب کتاب ہے۔

آج کل جانوروں کے کارٹون کے ذریعہ بچوں کے لئے کہانیاں تیار کرنے کا عام رواج ہے ، کلیلہ و دمنہ کو بھی مشہور عربی چینل ''الجزیرہ'' نے اپنے مخصوص پروگرام ''الجزیرۃ للأطفال'' میں کارٹون کی شکل میں متعدد قسطوں میں پیش کر دیا ہے اور اس پروگرام کو توقع کے عین مطابق بڑی کامیابی اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

عہد عباسی ہی کے نامور ادیب جاحظ (۱۶۳-۲۵۵ھ) کے مطابق ترجمہ کے لئے دو باتیں انتہائی ضروری ہیں، ایک تو یہ کہ مترجم کا فکری اُفق اصل مصنف سے قریب تر ہو اور دوسری یہ کہ مترجم کو اصل کتاب کی زبان اور ترجمہ کی زبان دنوں پر دسترس حاصل ہو، ورنہ ترجمہ میں کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی ، زیر نظر کتاب اُردو زبان میں غالباً '' کلیلہ

ودمنہ'' کا پہلا ترجمہ ہے: ''باب عرض الکتاب، ترجمہ عبداللہ بن المقفع'' سے مکمل کتاب کا ترجمہ کیا گیا ہے، عزیز گرامی مولانا محمد رفیع الدین حنیف قاسمی نے یہ ہفت خواں سر کیا ہے، ان کی کئی کتابیں اس سے پہلے بھی منظر عام پر آچکی ہیں، اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے ترجمہ پر جستہ جستہ نظر ڈال سکا؛ البتہ محب عزیز جناب مولانا محمد اعظم ندوی (استاذ معہد) —— جن کو عربی ادب کا عمدہ ونفیس ذوق حاصل ہے—— نے میری خواہش پر کتاب کا اکثر حصہ دیکھا ہے، مترجم کو مفید مشورے بھی دیئے ہیں، اور ابن مقفع کے ادبی شہ پاروں کو اُردو کا قالب دینے میں مترجم نے بڑی کوشش کی ہے، ترجمہ میں امکانی حد تک سلاست وروانی پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ دوسری زبان میں ادب کا وہی معیار باقی رکھنا جو اس کتاب میں ہے جس سے ترجمہ کیا جارہا ہے، بڑی دقت نظر اور مزاولت کا طالب ہے، تاہم مترجم قابل ستائش ہیں کہ انھوں نے ادب کے اس مرغزار کی سیر کی اور اپنے اُردو داں بھائیوں کے لئے اپنی مادری زبان میں اس کی عکاسی کردی، اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو قبول فرمائیں اور اس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ عام فرمادیں۔ آمین

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۱۲/ جمادی الاول ۳۳ھ
۴/ اپریل ۲۰۱۲ء

نگاہِ اولین

عربی ادب وتاریخ اور سیاست ونظامِ حکمرانی کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں ''کلیلہ دمنہ'' کی شہرت ومقبولیت کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ صدیوں گذرنے ،زمان وزبان کے فطری غیر معمولی انقلابات کے باوجود آج بھی یہ کتاب متداول ہے، بہت سی جگہوں پر یہ نصاب میں داخل ہے، اور بہت سے ادباء نے اس کے فقرے بطور ادبی نمونے کے نقل کئے ہیں اور دنیا میں تقریباً سبھی کثیر بولی جانے والی زبانوں میں اس کا ترجمہ کرکے اس میں ذکر کردہ انسانی مزاج کے فہم، نظم وتدبیر، رفیق وفریق سے برتاؤ کے اصول، اجتماعی وانفرادی زندگی کے نشیب وفراز کے علم، دوراندیشی اور وسعتِ فکر سے آراستہ قوتِ فیصلہ کو پروان چڑھانے کا مؤثر ذریعہ تسلیم کیا ہے، تمدنی زندگی کو کامیاب کرنے کے رہنمایانہ خطوط حاصل کرنے کا سرچشمہ قرار دیا ہے، گرچہ یہ حقیقت بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ شاید حکیم دانا ،قصہ نگار کے قبل از اسلام عہد سے ہونے کی وجہ سے مذہبی رنگ نہ ہونے کے برابر ہے۔

جہاں تک بات ہے تصنیفِ کتاب کے وجوہات ومحرکات، مصنفین ومترجمین کا تعارف اوراس کتاب کا پردۂ خفا سے ظہور تک کے مراحل وغیرہ ، یہ سب کچھ ابتدائے کتاب میں مذکور ہے؛ چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اندازِ تصنیف کچھ ایسا ہے کہ نکتہ آفرینی کا جذبہ ایک قصہ میں کئی قصے نقل کروائے جاتا ہے تو قاری تسلسل کی وجہ سے بیشتر اصل واقعہ کو فراموش کرجاتا ہے، یا اسی کی درازنفسی اور طوالت اُکتاہٹ کا شکار کردیتی ہے، اس لئے اردوداں حلقہ اورطلبۂ مدارسِ عربیہ کی طرف سے شدید تقاضا رہا کہ اس کا سلیس، عام فہم ،سرخیوں اور فقروں میں تقسیم کے اصول کا لحاظ کرتے ہوئے ترجمہ

ہوجائے، اللہ جزائے خیر دے ہمارے درسی تصنیفی رفیق مفتی رفیع الدین حنیف حیدرآبادی کو کہ انھوں نے میرے اندازے سے بہت خوب تر انداز میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا (اس سے پہلے بھی آپ کے کئی ترجمے منظرِ عام پر آچکے ہیں، اورحیدرآبادی اخبارات ورسائل میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں،) اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیف وتالیف کے کام کے لئے مطلوبہ یکسوئی اور فراغتِ قلب کے ساتھ صحبتِ صالحین، خصوصاً انکسارِ نفس کی دولت سے نوازا ہے، جس کے ہاتھوں مجبور ہوکر انھوں نے مجھ نااہل کا انتخاب تقدیم وتعارف کیلئے کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کاوش کو اور دیگر علمی دعوتی محنتوں کو قبول فرماکر ذخیرۂ آخرت بنائے۔

مفتی ابوبکر جابر نظام آبادی

ابتدائیہ

یہ کتاب ''کلیلہ ودمنہ'' عربی زبان وادب کی مشہور اور نامور کتاب ہے، عربی زبان شناسی کے لئے یہ ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے، تقریبا مدارس اسلامیہ میں اس کے مختلف ابواب اور عناوین داخل نصاب ہیں، عربی میں یہ کتاب اس قدر سلیس اور رواں زبان میں لکھی گئی ہے کہ ''سہل ممتنع'' کی مصداق ہے، نہ زبان کچھ زیادہ پیچیدہ ہے اور نہ بالکل ہلکی پھلکی ہے، بلکہ ادبی معیار کی زبان ہے، تکلف وتصنع سے کوسوں دور، عربی زبان کے طالب علم کے لئے اس کتاب کا بار بار مطالعہ اس کی زبان دانی کو گہرائی وگیرائی عطا کرتا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کتاب کو یہ خصوص اور امتیاز حاصل ہے، اس کتاب کے مشتملات اور جانوروں کی زبان میں اخلاق کی تعلیم وتربیت اور روح ونفس کی پاکیزگی اور معاشرہ سے برائیوں کے خاتمہ میں ان کہانیوں کے کردار کی وجہ سے اس کا دنیا کی تقریبا زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، ویسے تو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ نے مقدمہ کتاب میں میرے اس ترجمہ کو اردو زبان میں پہلا ترجمہ قرار دیا ہے، لیکن میری دانست اور مطالعہ کے مطابق 1885ء میں شاید اس کا ترجمہ کسی انگریز کے مطالبہ پر اردو میں ہوا تھا جو اس وقت ناپید ہے، کتاب کی سلاست روانی، عربی زبان میں الفاظ کی برجستگی اور واقعات پر واقعات کا تسلسل عربی کے ایک مبتدی کے لئے اس کتاب کی حقیقت سے واقفیت سے مانع بن رہا تھا، اس کی وجہ سے یہ کتاب خود عربی داں حضرات کے لئے مشکل تر ثابت ہو رہی تھی؛ بلکہ میں نے جب اس کتاب کو بغرض مطالعہ ہاتھ میں لیا تو میرے لئے بھی اس کا سمجھنا کافی دشوار ہو رہا تھا؛ لیکن میں نے جب اس کے ترجمہ کے لئے ٹھان لیا تو یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کی وجہ سے اس کتاب کے تسلسل کو سمجھ پایا، اس کی گہرائی

اور گیرائی سے واقف ہو پایا، اس طرح ایک مہینے میں مسلسل جستجو پر میں نے اس کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھال یا، پھر حسن اتفاق کہ اس کتاب کا ترجمہ شدہ تقریبا حصہ جون 2011ء سے تا ختم ستمبر 2011ء روزنامہ مصنف کے مشہور جمعہ ایڈیشن میں مصنف والوں کے مطالبہ پر قسط وار تقریبا بائیس ہفتوں تک شائع ہوتا رہا، اس دوران کافی جگہوں سے اس ترجمہ کے طباعت کے لئے عربی اور اردو داں حلقہ کی طرف سے مطالبہ ہوتا رہا، لیکن اپنی کوتاہی اور کاہلی کی وجہ سے دوسری مرتبہ نظر ثانی کے لئے ہمت نہ کرسکا، تقریبا اس ترجمہ پر چار سال گذر جانے کے بعد اس کی طباعت کے لئے ہمت کرسکا۔

یہ کتاب دراصل ہندی الاصل ہے، چوتھی صدی میلادی کے آخر میں ایک برہمن شخص ''بیدبا'' نے اسے ''دبلیشیم'' نامی بادشاہ کے لئے ترتیب دیا، جو اس وقت کا ظالم اور قاہر بادشاہ تھا، اس کو براہِ راست مخاطب بنا کر سمجھانا مشکل تھا، اس لئے ''بیدبا'' نے اسے پرندوں کی زبان دے کر حکمرانی کے اصول وقواعد اور اس کو نقصان پہنچانے والے امور کی نشاندہی کی، اور اس کتاب کے ذریعہ بادشاہ کی اصلاح کا کام کیا، پھر فارس کے بادشاہ انوشرواں (531-579ئ) کو جب اصول حکمرانی کے سلسلے میں اس کتاب کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی حکومت کے امور اور رعایا کی دیکھ بھال کے لئے اس کتاب سے استعانت اور مدد لینے کو مناسب باور کیا، اس نے اس کے لئے اپنے ایک حکیم اور دانا شخص جس کا نام ''برزویہ'' تھا، اسے اس کتاب کے حصول کے لئے ملکِ ہند روانہ کیا، چنانچہ ''برزویہ'' اس کتاب کو سنسکرت سے پہلوی زبان میں منتقل کیا؛ لیکن ''برزویہ'' نے اصل کتاب پر مزید کہانیوں اور واقعات کا اضافہ کیا، اور کتاب میں ایک مقدمہ کو شامل کیا جس میں اس نے خود اپنے احوال اور حصولِ کتاب کے لئے اس کے ملکِ ہند روانگی اور وہاں کے قیام اور واپسی کے احوال لکھے ہیں، پھر عہدِ عباسی میں یہ کتاب پہلوی زبان سے عربی زبان میں منتقل ہوئی، اس عربی زبان میں نقل وترجمہ کا کام عبداللہ بن مقفع نے انجام دیا، اور اس میں اس نے مزید چار فصلوں کا اضافہ کیا۔

یہ کتاب ''کلیلہ دمنہ'' جانوروں کے قصوں پر مشتمل ہے، ایک طویل کہانی کے تحت

بے شمار کہانیاں اور اخلاقی حکایات ہوتی ہیں، یہ کتاب محض قصے کہانیوں کی ہی کتاب نہیں؛ بلکہ اس کتاب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ کتاب معاشرتی اصلاح ودرستگی، سیاست کی خادار وادیوں کی پر پیچ راہوں کی راہنمائی کرنے والی اور عدل وانصاف اور مساوات کا سبق دینے، اخلاق فاضلہ صدق وامانت، وعدہ وفائی، حسن معاشرت، آپسی رکھ رکھاؤ میں میل جول ومحبت کے جیسے اخلاق فاضلہ سے انسانی زندگی کو معمور کرنے والی اور اخلاق رذیلہ، جھوٹ، کذب بیانی، دروغ گوئی، خیانت، مکر وفریب، بے وفائی، دھوکہ بازی، غیبت وسب وشتم اور معاشرتی زندگی میں پھوٹ اور نفاق اور خراب پیدا کرنے والے اخلاق ذمیمہ سے انسانی زندگی مجلی ومصفی کرنے والی ہے، خصوصا سیاسی اور تدبیری امور میں راہنما اور راہبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کا نام کلیلہ ودمنہ اس کے ایک قصے کے دو کردار لومڑیوں کے نام پر رکھا گیا، جس میں ایک لالچی اور دغاز باز ہوتا ہے اور دوسرا سیاسی امور سے دور خلوت گزیں ہوتا ہے، دغاباز جنگل کے بادشاہ اور اس کے مشیر خاص بیل کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے اور اپنی قربت اور سیاست کو چمکانے کے لئے دھوکہ دہی اور مکر وفریب سے کام لیتا ہے اور وہ آخر کار اپنے انجام سے دوچار ہوتا ہے۔

بہر حال بڑی مسرت اور شادمانی کا موقع ہے کہ اللہ عزوجل نے اس حقیر کو اس کام کے منتخب فرمایا کہ اس ادبی کتاب کو اردو داں طبقہ تک پہنچانے کا کام اس ناتواں اور کمزور شخص سے لیا۔

اللہ ہی کارساز ومددگار اور مہربان ہے۔

۱۸؍جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ — رفیع الدین حنیف قاسمی

۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء

عرض مترجم

یہ اخلاق کی درستگی اور نفس انسانی کو مہذب بنانے والی کتاب ہے،اس کتاب کو ہندوستانی فلسفی بیدبا نے اب سے بیس صدیوں پہلے ایک ہندوستانی بادشاہ دبشلیم کے لئے لکھا تھا، یہ بتلایا جاتا ہے، یہ شخص اسکندر کے بعد ملک ہند کا بادشاہ ہوا،اس نے نہایت سرکشی اور بدمعاشی کی، بیدبا نے اس کی اصلاح، ودرستگی،اس کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا ،اس طرح اس نے یہ کتاب ترتیب دی ،اس نے اس کے پند ونصائح کو قدیم ہندوستانی برہمنوں کے عادات کے مطابق جانوروں اور پرندوں کی زبان میں بیان کیا ہے، چونکہ تناسخ ارواح کے قائل ہونے کی وجہ سے ہندوستانی جانوروں کو حکمت کا سرچشمہ سمجھتے تھے،اس طرح کے جس قدر بھی قصے کہانیاں ہیں وہ ہندوستانی الاصل ہیں،اس طرح کی بے شمار کتابیں حکیموں نے لکھی ہیں،لیکن یہ کہا جاتا ہے:اس صنف کا اول موجد بیدبا رہا ہے، بعد کے لوگوں نے اس قسم کے قصے کہانیاں جو لکھی ہیں ،اسی کی روش اور طریقے پر چلتے ہوئے لکھی ہیں،اس کتاب میں جو نصیحتیں ہیں، یہ وہ ہیں جس کی ضرورت لوگوں کو روزمرہ کی زندگی میں پڑتی ہیں، جیسے چغلخور کی باتوں کو سننے سے دوری اختیار کرنا، بدمعاشوں کا براانجام ،دوستی کے فائدے،دشمن کی مکروتدبیر سے مامون نہ ہونا،غفلت ولاپرواہی کے نقصانات ،جلد بازی اور عجلت کی مصیبت،عزائم کی پختگی کا فائدہ،حسد کرنے والوں پر بھروسہ نہ کرنا اس جیسی چیزیں شامل کتاب ہیں،اس قسم کی دیگر چیزیں ہیں جس سے نفس انسانی کی اصلاح ہوتی ہے،جذبات پروان چڑھتے ہیں،اس میں بارہ ابواب کی شکل شاخ درشاخ بے شمار قصے ہیں:

{۱} شیر اور بیل

{۲} ''مطوقہ''، کبوتر

{۳} الّو اور کوے

{۴} کچھوا اور بندر

{۵} زاہد اور نیولا

{۶} چوہا اور بلی

{۷} بادشاہ اور فنزہ پرندہ

{۸} شیر، گیدڑ اور زاہد

{۹} ایلاذ، بلاذ، ایراخت

{۱۰} مسافر اور سنار۔

{۱۱} بادشاہ کا بیٹا اور اس کے ساتھی۔

{۱۲} کبوتر، لومڑی اور بگلا

یہ کلیلہ دمنہ کے ابواب ہیں اول سنسکرتی زبان میں یہ کتاب انھیں ابواب پر مشتمل ہے، پھر لوگ اس کتاب کو نقل کرتے اور اس میں اضافہ کرتے رہے، پھر یہ کتاب تبتی اور فارسی زبان میں منتقل ہوئی، پھر اس سے عربی زبان پھر عربی زبان سے دیگر رائج زبانوں میں اسکا ترجمہ ہوا، عربی ترجمہ یہ سب سے اہم ترجمہ ہے، چونکہ یہ کتاب بعد میں صرف عربی زبان میں محفوظ رہی، پھر یہ عربی زبان سے دیگر رائج اور بولی جانے والے زبانوں میں منتقل ہوئی، اسے عبداللہ بن مقفع نے جو ابوجعفر منصور عباسی کا محرر اور کاتب تھا، اس نے اسے عربی قالب میں ڈھالا ہے، ابن مقفع فارسی کا ماہر انشاء پرداز، اس کے اصول وآداب کا واقف کار اور اس پر مکمل قادر تھا، چونکہ یہ اس کی آبائی زبان تھی، اس طرح یہ پہلوی اور یونانی زبان کو بھی جانتا تھا، یہ دوسری صدی ہجری ابتدائی نصف حصہ میں بصرہ میں پلا بڑھا، یہ عربی زبان سے بھی خوب واقف تھا، اس نے کلیلہ دمنہ کو پہلوی زبان سے عربی میں منتقل کیا، اور ابتدائے کتاب میں ایک معلوماتی، کتاب کے انداز تحریر کے مماثل ایک مقدمہ لکھا، اس میں علم ،عقل کی اہمیت کو حکایات او رامثال کی روشنی میں بیان

کیا،عربی زبان میں اس کتاب کی فصاحت و بلاغت ،اوراس کے سلیس اورسہل ہونے کی وجہ سے، عربوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا،اس طرح یہ کتاب مقبولیت حاصل کرتی گئی،اس کے بعد کئی لوگوں نے اسے اشعار کی شکل میں لکھنے کی کوشش کی۔

یہ کتاب تقریباًدس زبانوں (جن میں سریانی،یونانی ،فارسی،عبرانی ،لاتینی ،اسپانی،ملقی ،انگریزی،روسی) میں منتقل ہوئی،لیکن ان سب کا آخری مرجع یہ عربی کتاب ہی رہی ہے، جسے عبداللہ بن مقفع نے ترتیب دیا تھا، یہ اس کا اردو ترجمہ ہے جو پیش خدمت ہے......گرقبول افتدز ہے قسمت۔

کتاب کا تعارف

یہ ''کلیلہ دمنہ''، نامی کتاب ہے، علماء ہند نے جس راہ سے بھی بہترین بلیغ اقوال پائے ہیں، اقوال وامثال کی شکل میں اسے شامل کتاب کیا ہے، ہر مذہب وملت والوں نے ان کے اقوال وامثال کو سمجھنے، اور اس بارے میں مختلف حیلے حوالے تراشنے اور اس کے مختلف وجوہ واسباب کے پتہ لگانے کے لئے یہ کتاب جانوروں اور پرندوں کی زبان میں مرتب کی ہے، اس طرح یہ کتاب بہت سے پہلوؤں کی جامع ہوگئی ہے، چونکہ انھوں نے اس میں گفتگو کے مختلف رخ اور بہت سارے موڑ حاصل کئے ہیں، رہی یہ کتاب تو وہ حکمت اور مزاح ومذاق دونوں کو شامل ہوگئی ہے، دانا اور حکیم لوگوں نے اس کی حکمت کو لیا ہے، اور نادان اور کمزور لوگوں نے اس کی مزاحی پہلو کو سامنے رکھا ہے، نیا طالب علم معاملے کے انجام کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اپنے دل ودماغ میں اس کے آپسی ربط وضبط کو قائم کرنے کی تگ ودو کرتا ہے، لیکن اسے اس کی حقیقت کا پتہ نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ یوں سمجھتا ہے کہ اسے بس ایک کتاب ہاتھ لگی ہے، اس کی مثال اس آدمی کی سی ہوتی ہے جب وہ جوان ہوتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے والدین نے ڈھیر سارا خزانہ اکٹھا کر رکھا ہے، اور اس کے لئے مال ودولت کے انبار جمع کر رکھے ہیں، اس کی وجہ سے وہ اپنے معاش اور روزگار کے لئے جہد وعمل سے بے نیاز ہوجاتا ہے؛ بلکہ وہ یوں سمجھتا ہے کہ اسے بس ایک کتاب ہاتھ لگی ہے، چنانچہ طالب علم کو اس کے پاس موجود یہ حکمت کا خزانہ دیگر ادبی نمونوں سے بے نیاز کردیتا ہے۔

جو شخص اس کتاب کو پڑھے وہ اس کتاب کی ترتیب وتالیف کے وجوہ کا پتہ چلائے اور یہ جان کاری حاصل کرے کہ اس کتاب کے مؤلف نے کتاب کو جانوروں کی زبان

دے کر، اسے غیر واضح زبان میں لاکر، اس کے علاوہ جن احوال کو اس نے مثالوں کی شکل دی ہے اس میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے، اگر پڑھنے والے (قاری) کے پیش نظر یہ چیزیں نہ ہوگی کہ ان معانی کا حاصل کیا ہے اور اس سے کیا ثمرات ونتائج حاصل ہورہے ہیں اور کتاب کے مقدمات ومشمولات کا مقصد کیا ہے، تو اس نے کچھ بھی نہیں جانا، اور اگر اس کا اس کتاب سے یہ مقصد ہو کہ اس کے مشمولات کی معرفت وجانکاری کے بغیر محض اس پڑھائی مکمل کرلی جائے تو اس کتاب کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہوگا، جس شخص نے بہت سارے علوم حاصل کرلئے اور اپنے مطالعہ اور پڑھے ہوئے پر بغیر کسی غور وفکر کے بہت کچھ پڑھ لیا تو وہ بھی اسی احوال سے دوچار ہوگا جس سے وہ شخص دوچار ہوا تھا جس کے بارے میں علماء نے بتلایا ہے کہ اسکا گذر کسی جنگل وبیاباں سے ہوا، وہاں اسے خزانے کے نشانات نظر آئے، وہ اس جگہ کو کھود کر خزانہ تلاش کرنے لگا، اسے وہاں سونا چاندی کے ڈھیر نظر آئے، اس نے اپنے دل میں کہا: اگر میں اس مال کو تھوڑا تھوڑا لے جاؤں گا تو اس میں بہت سارا وقت لگ جائے گا، اس کی نقل مکانی اور اس کے جمع اور اٹھا کر کرنے کی مشغولیت کی وجہ سے، وہ اس نعمت کی لذت سے محروم ہوجائے گا، لیکن میں چند لوگوں کو اجرت پر لے لیتا ہوں، یہ اسے میرے گھر لے جائیں گے، میں سب سے اخیر میں جاؤں گا، پھر یہاں کچھ نہیں رہ جائے گا کہ اس کے مستقبل کی فکر کروں، اپنے جسم کو محنت ومشقت سے راحت وآرام دینے کے لئے تھوڑی سی اجرت ان کو دے کر اپنے لئے مدد حاصل کروں گا، پھر اس نے مزدور لے آئے، ان میں سے ہر شخص اس کی طاقت واستطاعت کے بقدر بوجھ لادنے لگا اور اسے لے کر اپنے گھر جانے اور اسے اپنی ملک بنانے لگا، جب سارا خزانہ ختم ہوچکا تو یہ بھی اخیر میں اپنے گھر پہونچا، وہاں نہ تھوڑا اور نہ زیادہ کچھ بھی مال نہیں تھا، ہر مزدور اپنے لادے ہوئے بوجھ کا خود مالک بن بیٹھا تھا۔

ایسے ہی ہے وہ شخص جو اس کتاب کو پڑھے اور جو کچھ اس میں موجود ہے اسے سمجھ نہ پائے اور اس کے ظاہری اور باطنی مقاصد پر مطلع نہ ہوسکے اور نہ اس کے نقوش وخطوط سے ظاہر ہونے والے چیزوں سے منتفع نہ ہو، اس شخص کی طرح ہے جسے اخروٹ پیش کیا

جائے تو وہ اسے لے کر اس کو پھوڑے بغیر فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، ایسے ہی اس شخص کی طرح جو لوگوں کے کلام میں فصاحت وبلاغت کے علم کو حاصل کرنا چاہتا ہو، چنانچہ وہ اس دوست کے پاس آتا ہے جسے فصاحت وبلاغت کا علم ہے، اور اسے علم بلاغت کی جو اس کو ضرورت ہے اس سے مطلع کرتا ہے، اس کا دوست اسے ''زرد ورق'' پر فصیح کلام، اس کے اصول وقواعد لکھ کر دیتا ہے، پھر یہ اپنے گھر لوٹتا ہے، اور اس ورق کو کئی مرتبہ پڑھتا ہے، اور اس کو اس کے معانی اور مطالب کا علم نہیں ہوتا، پھر وہ ایک دن اہل علم اور ادیبوں کی مجلس میں بیٹھ جاتا ہے، پھر وہ ان سے گفتگو کرنے لگتا ہے، اس سے ایک لفظ کے بارے میں غلطی ہو جاتی ہے، حاضرین میں سے کوئی اس سے یہ کہتا ہے: تم نے یہ غلطی کی ہے، صحیح اس کے علاوہ یہ ہے، وہ کہتا ہے: مجھ سے غلطی کیوں کر ہو سکتی ہے، میں نے تو زرد ورق پڑھ رکھا ہے؟ وہ میرے گھر پر موجود ہے، اس کی جہالت پر مبنی گفتگو الٹے اس کے خلاف حجت بن جاتی ہے، اور اس کی وجہ سے اس کی جہالت اور لاعلمی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، اس نے اسے علم وادب سے کافی دور کر دیا۔

پھر عقلمند دانا جب اس کتاب کو سمجھے اور اس کی معلومات کی انتہاء کو پہونچ جائے تو اب اس کو چاہیے کہ وہ اپنی معلومات کو معمولات بنا لے؛ تاکہ اس کو اس کا فائدہ حاصل ہو اور یہ اس کے لئے انمٹ اور لازوال مثال اور نمونہ ہو جائے، اگر وہ یہ نہیں کرے گا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی جس کے بارے میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایک چور اس کے گھر پر چڑھ آیا، یہ شخص اپنے گھر میں سو رہا تھا، اس کو چور کے آمد کی اطلاع ہوئی، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں خاموش رہ کر یہ دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے، نہ میں اس کو ڈراؤں گا اور نہ اسے مجھے اس کی آمد کی اطلاع ہونے دوں گا، جب وہ اپنے مقصد کو حاصل کرے گا تو اٹھ کھڑا ہوں گا اور اس کی اس مراد کو ناکام کر دوں گا، چنانچہ وہ چور کے حوالے سے رک گیا، چور پس وپیش کرتا رہا، جو کچھ اس نے وہاں سے حاصل کیا تھا اس کے اکٹھا کرنے میں لگا رہا، اس کا یہ ٹال مٹول کا رویہ بڑھتا ہی رہا، آدمی کو نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گیا، چور اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور وہ وہاں سے اطمینان سے چلا گیا، وہ آدمی بیدار ہو

اتو دیکھا کہ چور سارا سامان لے کر چل دیا ہے، وہ اپنے آپ کو کوسنے اور ملامت کرنے لگا، اور اس نے یہ جان لیا کہ چور کی آمد کی اطلاع سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا؛ اس لئے کہ اس نے اس علم کے بعد جو اس کی ذمہ داری تھی اس کو نہیں نبھائی، علم عمل کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، علم درخت کیطرح ہے اور عمل پھل کی طرح، علم والا عمل کے ذریعے علم سے متنفع ہوتا ہے، اگر وہ اپنے علم کو زیر استعمال نہ لائے تو اسے عالم نہیں کہا جاتا، اگر کوئی شخص ڈراؤنے اور بھیانک راستے کی واقفیت رکھتا ہو، پھر وہ اپنے علم کے باوجود اس راستے پر چل پڑے تو اسے عالم نہیں کہا جاتا، شاید اگر یہ شخص اپنا محاسبہ کریگا تو اسے یہ پتہ چلے گا کہ اس نے ان خواہشات کو اپنی سواری بنالیا ہے جو اس پر غالب آ گئی ہیں؛ حالانکہ وہ اس کے نقصان اور ضرر کو اس بھیانک اور خطرناک راستے پر چلنے والے سے زیادہ جانتا ہے جس نے جان بوجھ کر اس راستے کے حوالے سے جہالت اور ناواقفیت اپنائی ہوئی ہے، جو شخص اپنی خواہشات پر چلتا ہے، تجربات کے نتیجے میں جو علم اسے حاصل ہوا ہے اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا ہے، یا اسے دوسروں کو نہیں بتاتا وہ اس مریض کی طرح شمار ہوتا ہے جسے اچھے اور برے ہلکی اور ثقیل کھانے کی تمیز ہوتی ہے؛ لیکن وہ اپنی حرص وخواہش میں آ کر خراب کھانا کھالیتا ہے، بیماری سے نجات اور چھٹکارا دلانے والے کھانے سے اجتناب اور دوری اختیار کرتا ہے اچھے کاموں کو ترک کرنے اور برے کاموں کو اپنانے میں وہ شخص معذور اور مجبور نہیں سمجھا جاتا جو ان چیزوں کا جانتا اور اس کی تمیز کرسکتا ہو، اور ان میں سے ایک دوسرے کی فضیلت و برتری سے بھی واقف ہو، ایسے ہی جیسے دو آدمی ہوں، ان میں سے ایک آنکھ والا ہو اور دوسرا اندھا ہو، موت انھیں موت گڈھے کے پاس لے آتی ہے، وہ اس میں گر پڑتے ہیں، وہ اس کی گہرائی میں پہونچ کر ایک ہی حالت پر ہوجاتے ہیں، یہاں پر آنکھ والا اندھے کے مقابلے کم معذور سمجھا جاتا ہے؛ چونکہ اس کے پاس دو آنکھیں تھی، جس سے وہ دیکھ سکتا تھا، اور یہ بھی اس چیز سے دوچار ہوجاتا ہے، جس سے جاہل دانان دوچار ہوا ہے۔

عالم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات سے ابتداء کرے اور اپنے علم سے

اس کو مہذب اور لائق بنائے، اس کے علوم کے حصول کا مقصد صرف دوسروں کی مدد کرنا اور اس سے دوسروں کو فائدہ پہونچانا اور اپنی ذات کو محروم رکھنا نہ ہو، یہ تو اس چشمہ کی طرح ہو جائے گا جس سے لوگ پانی لیتے ہوں، اور خود سے اس کو فائدہ نہ ہوتا ہو، اس ریشم کے کیڑے کی طرح جو مضبوط کاریگری کرتا ہے اور خود اس سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا، جو علم حاصل کرے اس کو چاہئے کہ وہ خود اپنی ذات سے پند ونصیحت کی ابتداء کرے، پھر اس کے بعد اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے پہلے اپنے آپ کو روشناس اور واقف کرائے، چونکہ چند صفات ایسی ہیں جس کا دنیادار کو حاصل کرنا اور اس کی معلومات رکھنا چاہئے۔

انہیں میں سے علم اور مال اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے، عالم کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی پر ایسا عیب لگائے جس میں وہ خود مبتلا ہو، یہ اس اندھے کے مانند ہو جائے گا کہ خود اس کا اندھا پن اس کے اندھے ہونے کو بتلاتا ہے، جو شخص بھی کسی چیز کی طلب وجستجو میں اس کے عمل کا کوئی مقصود ہونا چاہئے، طلب وتلاش میں حدود سے تجاوز نہ کرے؛ چونکہ یوں کہا جاتا ہے: جو شخص غیر مقصود کی طرف چلنا شروع کرتا ہے وہ مقصود ومطلوب سے رہ جاتا ہے، ایسے شخص کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیر محدود چیز کی طلب میں جس کو اس سے پہلے کسی نے حاصل نہیں کیا مشقت میں نہ ڈالے، اور نہ اس بارے میں افسوس کرے، اپنی دنیا کو آخرت کے مقابلے میں ترجیح نہ دے؛ چونکہ جس شخص کا دل منتہائے مقصود پر نہیں ہوتا، اس کے چھوٹ جانے پر اسے افسوس بھی نہیں ہوتا، دو چیزوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ: یہ ہر شخص کو جچتی ہیں، ایک تو زہد وقناعت، اور دوسرا مال حلال کا حاصل کرنا، عقل مند فوت شدہ اور اپنی طاقت سے باہر چیزوں پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کرتا، بسا اوقات اللہ عزوجل اسے ایسی چیز عطا کرتے ہیں، جو اس کے لئے خوشگوار ہوتی ہے اور اس کے حساب وگمان میں بھی نہیں ہوتی۔

اسی کی مثال اس آدمی کی ہے جسے بھوک، فاقہ اور ننگا پن لاحق ہوا، اس نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے سوال کیا، ان میں سے کسی کے پاس اس قدر وسعت نہیں تھی کہ وہ اسے سرفراز کریں، ایک رات وہ اپنے گھر میں تھا کہ اسے وہاں ایک چور نظر آیا، اس

نے کہا: اللہ کی قسم! میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا مجھے اندیشہ ہے، چور نے بہت زیادہ کوشش کی، چور ایسے ہی گھر میں گھوم پھر رہا تھا کہ اسکا ہاتھ ایک تھیلے پر جس میں گیہوں تھے پڑا، چور نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو یہ نہیں چاہتا کہ میری رات کی ساری محنت رائیگاں چلی جائے، شاید کہ میں دوسری جگہ بھی نہ پہونچ پاؤں گا، لیکن میں ان ہی گیہوں کو لے جاتا ہوں، اس نے اپنی قمیص پھیلائی کہ اس میں گیہوں ڈال لے، اس آدمی نے کہا: کیا یہ گیہوں لے جائے گا؟ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں، ایک تو میں ننگا ہوں، اس کے ساتھ ساتھ میری رزق روٹی بھی چلی جائے گی، اللہ کی قسم جو شخص بھی ان دو چیزوں سے دوچار ہوتا ہے تو وہ ہلاکت سے دوچار ہوتا ہے، پھر وہ چور کہہ کر چلا اٹھا: اپنے سر کے پاس موجود لاٹھی لی، اب چور کیلئے بھاگ جانے، اپنے کرتے کو چھوڑ جانے اور اپنی جان بچانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، اس طرح یہ آدمی کپڑے والا ہو گیا۔

لہٰذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ ان جیسی چیزوں کی طرف متوجہ ہو، اپنے معاش کو درست کرنے کے لئے ان چیزوں کے بارے میں جو احتیاط اور عملی پہلو اپنانا چاہیئے اس کو چھوڑ بیٹھے، اور اس کی نظر صرف تقدیر پر ہو، کہ وہ بغیر محنت وکوشش کے کچھ لے آئے گی، چونکہ ایسے لوگ بہت کم ہیں، اکثر لوگ تو اپنے معاملے اور معیشت کو درست کرنے کے لئے محنت وجد وجہد کے ذریعے اپنے آپ کو مشقت وتکلیف میں جھونک دیتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ اس کا کسب ومعاش اور اسکے منافع اچھے ہوں، جو چیزیں محنت ومشقت کی باعث ہوں، اس سے چھیڑ خوانی نہ کرے، اس کی مثال اس کبوتری طرح ہو جائے گی جو بچّے دیتی ہے، وہ بچّے پکڑ لئے اور ذبح کر دئے جاتے ہیں، اس کے باوجود بھی وہ اس جگہ انڈے دینے سے نہیں چوکتی، چونکہ یوں کہا جاتا ہے: اللہ عز وجل نے ہر چیز کی ایک حد اور انتہا بنائی ہے، جہاں جا کر وہ چیز ختم ہو جاتی ہے، جو شخص ان چیزوں کے بارے میں حدود سے تجاوز کرتا ہے، تو وہ اپنے مقصود کو حاصل کرنے سے بھی رہ جاتا ہے، یوں کہا جاتا ہے: جس کی کوشش اس کی دنیا وآخرت کے لئے ہوتی ہے، تو اس کی زندگی بھی اس کے حق میں اور اسکے خلاف ہوتی ہے، یوں کہا جاتا ہے: تین چیزوں کے

بارے میں دنیادار کواس کی درستگی اور اس میں اپنی محنت وکوشش کوصرف کرنا چاہیئے،انہیں میں سے ایک :اپنے معاش کوٹھیک کرنا،ایسے ہی اپنے تعلقات کو درست کرنااور اپنے مرنے کے بعد اپناذکرخیر چھوڑ جانا ہے،یوں کہا جاتا ہے:جس میں یہ چیزیں ہوتی ہیں اس کا کوئی کام درست نہیں ہوتا:ایک تضییع اوقات اور وقت گذاری ،دوسرے: ٹال مٹول،تیسرے:ہرخبر دینے والے کی تصدیق کرنا،بسااوقات کسی چیز کی خبر دینے والااس کو جانتا ہوتا ہے،لیکن اسے اچھی طرح سے سمجھتانہیں ہوتا ہے،پھر یہ شخص اس کی تصدیق کر لیتا ہے۔

عقل مند کو چاہئے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی اوراس کی جانب توجہ نہ کرے،ہرشخص کی بات قبول نہ کرے،اگر کسی چیز کی غلطی واضح ہوجائے تو پھراس غلطی میں بڑھتاہی نہ جائے،کسی چیز کے بارے میں صواب اور درستگی کو نہ پالے،اس کی حقیقت کو جب تک معلوم نہ کرلے،اس کے بارے میں اقدام نہ کرے،اس آدمی کی طرح نہ ہوجائے جوصحیح راستے سے ہٹ جاتا ہے،اور غیر درست راستے پر چلتا رہتا ہے،چلنے کی تکلیف اور مشقت کو برداشت کرتا ہے اور منزل اور مقصود سے دور ہوتا ہی جاتا ہے،اس شخص کی طرح جس کے آنکھ میں کچرایا تنکا گرجاتا ہے،وہ اسے کھجلاتا رہتا ہے،بسااوقات اس کا یہ کھجلانا ہی اس کی بینائی کے چلے جانے کی وجہ بن جاتا ہے۔

عقل مند کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تقدیری فیصلوں کا یقین کرے،احتیاط کو اپنائے،اپنے لئے وہی چیز پسند کرے جودوسروں کے لئے پسند کرتا ہو،دوسروں کے بگاڑ کے ذریعے اپنی درستگی واصلاح کی کوشش نہ کرے؛چونکہ جوشخص اس طرح کرتا ہےتو اسے بھی وہی احوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے،جس سے تاجر اپنے شریک کی جانب سے دوچار ہوا تھا۔

چونکہ یہ کہا جاتا ہے:ایک تاجرشخص تھا،اس کا ایک شریک کار بھی تھا،اس نے ایک دوکان کرایہ پر لیا،ان دونوں نے اس میں اپنا سامان رکھ دیا،ان میں سے ایک کا گھر دوکان سے قریب تھا،اس نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے دوست کے گٹھر میں

سے ایک گٹھر چوری کرلے ،اس نے اس بارے میں تدبیر کی اور کہا: اگر میں رات کو آؤں گا تو مجھے یہ اطمینان نہیں ہے کہ میں اپنے گٹھروں میں سے کوئی گٹھر لے جاؤں اور مجھے اس کا علم ہی نہ ہو،اس طرح میری کوشش اور محنت رائیگاں چلی جائے ،اس نے اپنی ایک چادر لی اور اسے اس گٹھر پر دال دیا جس کے لینے کا اس کا ارادہ تھا، پھر اپنے گھر آ گیا، پھر اس کا دوست اپنے گٹھروں کو درست کرنے کے لئے آیا،اس نے اپنے شریک کی ایک چادر کو اپنے گٹھر پر رکھی پایا،اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ تو میرے شریک کی چادر ہے، مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ اسے بھول گیا ہے، میں اسے یہیں رکھا ہوا نہیں چھوڑوں گا؛ بلکہ میں اسے اس کے گٹھر پر ڈال دوں گا، ہوسکتا ہے وہ مجھ سے پہلے دوکان میں آجائے ،اور اپنی چادر کو اپنی جگہ پا کر خوش ہو جائے ، پھر اس نے چادر کو لے کر اپنے شریک کے کسی گٹھر پر ڈال دیا، پھر اس نے دوکان کو لاک کر دیا اور اپنے گھر چلا آیا،، جب رات ہوگئی تو اس کا شریک ایک آدمی کے ساتھ جس کو اس نے اپنے ارادہ کے موافق کرلیا تھا، لے آیا،اس نے اس گٹھر کے لئے جانے پر اس سے اجرت کا وعدہ کیا تھا، وہ دوکان میں آ کر اندھیرے میں چادر کو تلاش کرنے لگا، دیکھا کہ چادر گٹھر پر موجود ہے،اس نے اسے مطلوبہ گٹھر سمجھا، وہ اور مزدور دونوں باری باری اسے اٹھا کر لے جانے لگے، وہ اسے گھر لے آیا، اور تھک ہار کر نیچے گر پڑا، صبح اس نے گٹھر کی تلاشی لی، تو وہ اس کا ہی گٹھر تھا، اسے بہت زیادہ شرمندگی ہوئی، پھر وہ دوکان پر آیا تو اسکا شریک پہلے سے وہاں موجود تھا، اس نے دوکان کھولا تو ایک گٹھر وہاں موجود نہ پایا، اس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ غمگین اور پریشان ہو، اور کہنے لگا: ہائے افسوس! اس نیک رفیق اور شریک پر، جس نے اپنے بارے میں مجھ سے امانت داری کا وعدہ کیا، اور اس بارے میں اپنا جانشیں بنایا، اس کے پاس میری کیا حالت ہوگی؟ مجھے اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھ پر تہمت لگائے گا، لیکن میں اپنے آپ کو اس کا تاوان دینے کا پابند کرتا ہوں، پھر وہ اپنے شریک کے پاس آیا تو اسے رنجیدہ اور افسردہ پایا، اس نے اس سے احوال دریافت کئے، اس نے کہا: میں نے گٹھروں کی تلاشی لی، تو میں نے تمہارا ایک گٹھر گم پایا، اس کی کیا

وجہ ہے مجھے نہیں معلوم، مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم مجھ پر ہی الزام لگاؤ گے، میں نے اپنے آپ کو تمہیں اسکا تاوان دینے کا پابند کرلیا ہے،اس نے کہا: بھائی جان غم نہ کرو، چونکہ خیانت انسان کا بدترین عمل ہوتا ہے،دھوکہ دہی ،مکروفریب کا انجام درست نہیں ہوتا،خود دھوکہ باز ہی ہمیشہ دھوکہ کھاجاتا ہے،اس سرکشی اور بدمعاشی کے انجام سے خود وہ دوچار ہوتا ہے، میں بھی انہیں دھوکہ بازوں ،مکّاروں اور چال بازوں میں سے ایک ہوں،اس کے شریک نے اس سے کہا: یہ کیسے ہوا؟ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا،اور پوری روداداس سے بیان کردی،اس سے اس کے شریک نے کہا:اس بارے میں تمہاری مثال تو چوراورتاجر کی سی ہوگئی ہے،شریک نے کہا: یہ کیسے ہوا تھا؟

اس نے کہا: یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ:ایک تاجر کے گھر دو تھیلے تھے،ایک گیہوں سے بھرا ہوا،دوسرا سونے سے بھرا ہوا،بہت دنوں سے چور اس کے تاک اور گھات میں لگے ہوئے تھے،ایک دن تاجر جب کسی کام میں لگا ہوا تھا،چوراس کوغفلت میں پاکراس کے گھر میں گھس گئے،اور وہاں کسی گوشے میں چھپ گئے،انہوں نے جب اس تھیلے کو لینا چاہا جس میں دنانیر تھے،تو وہ غلطی سے وہ تھیلا لے بیٹھے جس میں گیہوں تھے،اور یہ سمجھا کہ اسی میں سونا ہے، یہ اس طرح محنت ومجاہدہ کرتے ہوئے اسے اپنے گھر لے آئے، جب انہوں نے وہ تھیلا کھولا اور اس میں موجود چیز کا علم ہوا تو وہ بہت زیادہ شرمندہ ہوئے۔

اس سے دھوکہ باز نے کہا: کیا ہی تم نے قریبی مثال دی،تم نے قیاس کرنے میں کوئی تجاوز نہیں کیا، میں تم سے اپنی غلطی اور گناہ کا اعتراف کرتا ہوں، مجھ سے اس طرح کے گناہ کا صادر ہونا مشکل ہے؛لیکن انسان کا بدتمیز نفس اسے برائی کا حکم کرتا ہے،اس کے شریک نے اس کی معذرت قبول کر لی،اس کو ڈانٹ ڈپٹ اور اس پر اعتماد کرنے سے اعراض کیااور اسے اس کی اس بدکرداری اور جہالت پر ندامت اور شرمندگی ہوئی۔

ہمارے اس کتاب کے ناظرین کو یہ چاہئے کہ ان کا مطمح نظر اس کتاب کے نقش ونگار کے تلاش وجستجو نہ ہو؛ بلکہ ان کی نگاہ اس کتاب میں شامل امثال پر ہو، جب وہ اس

عمل سے فارغ ہوجائیں،تو ہر مثال اور لفظ پر غور وفکر کریں،اس میں اپنی تمام فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں،ان تینوں بھائیوں میں سے اس چھوٹے بھائی کے مانند ہوجائیں،جن کے باپ نے ان کے لئے ڈھیر ساری دولت اکھٹا کر رکھی تھی،وہ لوگ آپس میں جھگڑ پڑے،رہے دو بڑے بھائیوں نے غیر ضروری جگہوں میں سارے مال ودولت کوصرف کر ڈالا،چھوٹے بھائی نے اپنے بھائیوں کے اسراف وفضول خرچی اور ان کے تنگ وتنگ ہوجانے اور ان کے انجام کو دیکھ کر،وہ اپنے آپ سے مشورہ کرنے لگا،اور کہنے لگا:اے میری ذات!مال کو آدمی ہر طریقے سے جمع کرتا ہے،اس سے اس کا مقصود اپنے احوال کو درست کرنا،اپنے معاش،دنیا اور لوگوں میں اپنے مقام ومرتبہ کو بنانا،دوسروں سے استغناء اور مال کو اس کے مصرف:صلہ رحمی اہل واولاد پر خرچ اور بھائیوں پر فضل واحسان کرنا ہوتا ہے،جس کے پاس مال ہو وہ اس کو اس کے مصرف پر نہ لگائے،تو ایسا شخص امیر ہونے کے باوجود فقیر ومحتاج شمار ہوتا ہے،اگر وہ مال کی اچھی طرح حفاظت کرتا ہے،اور اس کے حقوق ادا کرتا ہے،تو اس سے دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی،اس کی دنیا بھی باقی رہتی ہے،اور اس کا ذکر خیر بھی برقرار رہتا ہے،اگر وہ مال کو غیر معروف مصرف اور بے محل خرچ کرنا چاہتا ہے،تو اس کا مال تلف اور برباد ہوجاتا ہے،اور وہ نادم وشرمندہ رہ جاتا ہے،اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ میں اس مال کو باقی رکھوں،مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل مجھ کو اس سے نفع پہنچائے گا،اور میرے ہاتھوں میرے دونوں بھائیوں کو بے نیاز کردے گا،چونکہ یہ میرے اور ان دونوں کے باپ کا مال ہے،خرچ کئے جانے کا مستحق رشتہ دار ہوتا ہے،گرچہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو،یہ تو میرے بھائی ہیں،؟وہ ان دونوں کو لے کر آگیا اور اپنے مال میں ان دونوں کو حصّہ دیا۔

ایسے ہی اس کتاب پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ بغیر کسی تنگ دلی،اکتاہٹ اور کبیدگی کے اس کا مطالعہ کرے،اور اس کے اصل مطالب ومعانی کو تلاش کرے،یہ خیال نہ کرے کہ اس کا مقصود محض دو جانوروں کی مکر وتدبیر کو بتلانا،یا کسی درندے کی بیل سے گفتگو ہے،اس طرح سے تو وہ مقصود سے ہٹ جائے گا،اور اسکی مثال

اس شکاری کے طرح ہوجائے گی، جو کسی خلیج میں چھوٹی سی کشتی پر مچھلیاں شکار کرتا تھا، ایک دن اس نے وہاں ایک خوبصورت چمکتی ہوئی سیپی دیکھا، اس نے اسے قیمتی ہیرا تصور کیا، اس نے اپنا جال پانی میں ڈالدیا، اس میں مچھلیاں بھی تھیں...... جو اس کا دن کا رزق تھا، اس نے اسے وہیں چھوڑ کر سیپی کو لینے کے لئے اپنے آپ کو پانی ڈال دیا، جب اس نے سیپی کو نکالا تو وہ خالی تھی، اس کے گمان کے مطابق کچھ نہیں تھا، لالچ کی وجہ سے اپنے ہاتھ میں موجود چیز کے چھوڑ دینے پر اسے افسوس ہوا، اور اس کی فوت شدہ چیزوں پر اسے غم ہوا، وہ دوسرے دن اس جگہ سے ہٹ کر اپنا جال ڈالا، اسے ایک چھوٹی مچھلی ہاتھ لگی، اس نے وہاں ایک چمکدار سیپی دیکھا، اس پر اس نے توجہ نہیں دی، اس کے حوالے سے اسکا گمان خراب ہوگیا، اس نے اسے چھوڑ دیا، وہاں سے دوسرے شکاریوں کا گذر ہوا، انھوں نے وہ سیپی لے لی، اس میں ان کو بے شمار دولت کے مساوی موتی حاصل ہوا، ایسے ہی ناواقف لوگ اگر اس کتاب میں غور وفکر کو ترک کردیں گے، اس کے مطالب ومعانی کی گہرائی، اور پوشیدگیوں کو چھوڑ دیں گے اور اس کے ظاہری نقوش کو لے لیں گے تو یہ کتاب ان کے لئے بے فیض ہوجائے گی۔

جو شخص اپنی کوشش کو محض مزاح ومذاق سے متعلق ابواب پر صرف کرے گا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوجائے گی، جس نے ایک خوشگوار زمین اور بہترین بیج پائے، اس نے اس کی کھیتی کی اور اس کو پانی سے سیراب کیا، جب اس کے پھل کی آمد کا وقت آگیا، اور پھل پک گئے تو اس کی پھول اکٹھا کرنے اور کاٹنے کی مشغولیت نے اسے بالکل غافل کردیا، اس کی اس غفلت کی وجہ سے وہ بہترین فائدہ اور اچھے منافع سے محروم رہ گیا۔

ناظرین کتاب کو چاہئے کہ اس کتاب کے چار مقاصد کو پیش نظر رکھیں:

ایک تو اس میں غیر زبان دار جانوروں کی زبانی اس کتاب کو ترتیب دینے سے جو ارادہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ: مزاح ومذاق کے شوقین نوجوان اس کو بجلد لیں، اور یہ چیز ان کو بھا جائے؛ چونکہ یہ جانوروں کی عجیب وغریب تدابیر اور مکر وفریب سے یہی مقصود ہے۔

دوسرے جانوروں کے خیالات کومختلف رنگ وآہنگ میں پیش کرنے کا ارادہ کیا کیا ہے؛ تاکہ یہ چیز بادشاہوں کے لئے انسیت کا باعث ہواور وہ ان تصاویر کی تفریح کے لئے اس کے حریص اور شوقین ہوں۔

تیسرے: یہ کتاب اسی شکل میں رہے،اسے بادشاہ اور بازاری لوگ اسی طرح لیں؛ تاکہ یہ کتاب بکثرت لکھی جائے اور اس کا سلسلہ نہ ٹوٹے اور گذرتے زمانے کے ساتھ پرانی ہوتی جائے،اس سے تصویر کشی کرنے والے اور قلم کار فائدہ حاصل کریں۔

چوتھا مقصد: یہ منتہائے مقصود بھی ہے اور یہ فلسفیوں کے ساتھ خاص ہے۔

محمد رفیع الدین حنیف قاسمی

مقدمۂ کتاب

بہود بن سحوان نے جو علی بن شاہ فارسی کے نام سے جانا جاتا تھا، اس نے یہ مقدمہ لکھا ہے، اس میں اس نے ان وجوہات کا ذکر کیا ہے کہ جس کی وجہ سے، ہندوستانی فلسفی، برہمن قوم کا پیشوا، بیدبا نے ہندوستانی بادشاہ ''دبشلیم'' کے لئے یہ کتاب لکھی ہے، اور اس کا نام ''کلیلہ دمنہ'' رکھا ہے اور اسے جانوروں اور پرندوں کی زبان دی ہے، مقصود اس کا یہ تھا کہ وہ اس کے پس پردہ اسباب ومقاصد کو عوام سے پوشیدہ رکھا چاہتا تھا، ذلیل اور گھٹیا لوگوں سے بھی وہ کتاب کے مشمولات محفوظ رکھنا چاہتا تھا، حکمت اس کے اقسام اور اس کے محاسن وخوبیوں کی پردہ پوشی بھی مقصود تھی؛ چونکہ یہ چیز ایک فلسفی کے لئے نہایت کشادگی اور وسعت، اس کے افکار وخیالات کے دروازوں کو وا کرنے والی، حکمت سے لگاؤ رکھنے والوں کے تعلیم وتہذیب کا ذریعہ اور اس کے متلاشیوں کے لئے شرافت وکرامت کا باعث تھی۔ اس نے ان وجوہات کا بھی ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے کسریٰ انوشرواں بن قباذ بن فیروز شاہِ فارس نے طبیبوں کے سردار ''برزویہ'' کو ملک ہند بھیجا تھا ، یعنی ''کلیلہ دمنہ'' کتاب کے لئے، برزویہ کے ہندوستان آنے پر اس کے نرم رویہ، اس کے پاس اس آدمی کی آمد جس نے اسے بادشاہ کے خزانے سے چپکے سے کتاب کی نقل کروائی تھی، اس کے ساتھ وہاں اسے جو علماء ہند کی کتابیں ملی ہیں، ان تمام کا ذکر کیا ہے، مزید یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کس نے برزویہ کو بادشاہِ ہند کے پاس اس کتاب کی نقل کروانے کے لئے بھیجا تھا، یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے کی مہارت کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ، کس غور وفکر، بات کی اندرونی حقیقت کا سمجھنا ضروری تھا، اگر یہ چیزیں نہیں ہوتی ہیں تو اس کا مقصد تمام حاصل نہیں ہوسکتا، پھر اس نے برزویہ کی آمد

اوراس کے بلند آواز میں کتاب پڑھ کرسنانے کا ذکر کیا ہے،اور وہ وجہ بھی ذکر کی ہے کہ جو ''بزرجمہر''(کسریٰ کے وزیر) کے لئے ''طبیب برزویہ'' نامی باب قائم کرنے کا باعث ہوئی،جس میں اس نے برزویہ کے ابتداء تا آخر احوال،اس کی سن ولادت،پھر اس نے جوادب وحکمت میں کمال حاصل کیا،حکمت کے تمام فنون کی چھان بین اور کھوج کی اور ''شیراور بیل'' نامی باب سے کتاب کی ابتداء کی،ذکر کیا ہے۔

علی بن شاہ فارسی کہتے ہیں،جس وجہ سے فلسفی ''بیدبا'' نے ہندوستان کے بادشاہ ''دبشلیم'' کے لئے'' کلیلہ دمنہ'' نامی کتاب لکھی ہے،وہ یہ ہے کہ ذوالقرنین سکندررومی جب مغربی سمت کے بادشاہوں سے نمٹ چکا،تو اس نے مشرقی سمت کے فارسی بادشاہوں کا رخ کیا،برابر وہ ان لوگوں سے جواس سے لڑائی کرتے رہے،لڑائی کرتا رہا،جنھوں نے مقابلہ آرائی کی ان سے مقابلہ کرتا رہا،جنھوں نے اس کے ساتھ مصالحانہ روش اختیار کی صلح کرتا رہا،اولاً تو اس نے ملکِ فارس کے بادشاہوں سے لڑائی کی،جب وہ ان پر مکمل غالب آچکا،دشمنوں کو زیر کر چکا،محاربین پر اس کا پلہ بھاری ہو چکا،اور انھیں ٹکڑیوں اور جماعتوں میں بانٹ چکا،تو یہ لشکر کے ساتھ ملکِ چین کے سمت چلا،اس نے درمیانِ راہ میں شاہِ ہند کو مطیع وفرماں بردار ہونے کی دعوت دی،اس وقت ہندوستان پر ایک بااثر اورنہایت ہی طاقتور بادشاہ حکمراں تھا،جس کا نام ''فور'' تھا،جب اسے ذوالقرنین کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس سے لڑنے کے لئے تیار ہوگیا،اس کے لئے پوری تیاری کی،اپنی پوری طاقت وقوت کو اکٹھا کیا،اس کے لئے جم غفیر کو جمع کیا،سارے سامانِ حرب اکٹھا کئے،جن میں جنگی ہاتھی،حملہ آور ہونے والے درندے،اس کے ساتھ ساتھ،زین پہنائے ہوئے گھوڑے،نہایت کاٹ کرنے والی تلواریں،چمک دار نیزے۔ بہت جلد اس نے یہ تیاری کی،جب ذوالقرنین،فور ہندی کے قریب پہونچ چکا،اوراسے کالی رات کے مانند(بہت) گھوڑوں کی تیاری کا حال معلوم ہوا،(لشکر کی زیادتی) کہ اس سے پہلے اس جیسے لشکر سے اس علاقے میں اس کی کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی،اگر اس نے لڑائی کے جلدی کی تو اسے اپنے سے کسی کوتاہی کے صادر ہونے کا اندیشہ تھا،ذوالقرنین نہایت

ہی چالاک ، مکار، مدبر اور تجربہ کار شخص تھا، کچھ تدبیر کرنے کے لئے جنگ کو ٹالنا چاہا، اس نے اپنے لشکر کے ارد گرد خندق کھودی، وہیں ٹھہر کر جنگ کرنے کی تدبیر کرنے لگا کہ وہ جنگ کے لئے کیسے پیش قدمی کرے؟ اس نے نجومیوں کو بلایا، ان کو کسی ایسے مناسب دن کے طئے کرنے کو کہا کہ جس میں اسے شاہ ہند سے لڑائی کے لئے بابرکت گھڑیاں نصیب ہوں، نجومی اس مبارک دن کی کھوج میں لگ گئے۔

ذوالقرنین کا جہاں کہیں سے گذر ہوتا وہاں سے وہاں کے مشہور ہر قسم کے صنعت کاروں کو اپنے ساتھ کر لیتا، اس کے عزم وحوصلہ اور اس کی ذہانت وفطانت نے اسے ایک راہ یہ سمجھائی کہ وہ اپنے ساتھ موجود صنعت کاروں سے یہ پیشکش کرے کہ وہ ایک پیتل کا کھوکھلا، جوف دار گھوڑا تیار کریں جو پہیوں کے ذریعے چل سکے، اس گھوڑے پر انسانوں کے مجسمے ہوں، جب اسے ڈھکیلا جائے تو وہ تیزی سے چل سکے، اور ان سے یہ کہا کہ: جب وہ یہ گھوڑا تیار کر لیں تو اس کے جوف دار حصہ کو پٹرول اور گندھک سے بھر دیں، پھر اسے لباس پہنا کر قلب والے حصہ میں صف کے سامنے رکھیں، جس وقت دونوں جماعتوں میں مڈبھیڑ ہو جائیں اس میں آگ سلگا دیں، ہاتھی جب گھوڑ سواروں (پیتل کے) کو اپنے سونڈ میں لپیٹ لے گی تو آگ کے چڑ کے لگنے کی وجہ سے بھاگ کھڑی ہوگی، اس نے ان صنعت کاروں کو نہایت ہی عجلت اور پورے لگاؤ سے اس کام کرنے کی وصیت کی، انھوں نے اپنی کوشش صرف کی اور بعلجت اس کام کو پورا کیا، نجومیوں کا طئے کردہ دن بھی قریب آگیا، ذوالقرنین کو ''فور'' کے پاس اپنے اطاعت وتابعداری کا پیغام پہونچانے کے لئے دوبارہ قاصد بھیجا، اس نے نہایت شد ومد کے ساتھ اسکی مخالفت پر مشتمل جواب دیا، جب ذوالقرنین نے اس کے عزائم کی پختگی کو دیکھا تو اپنے ساز وسامان کے ساتھ اس کی طرف چل پڑا، فور نے ہاتھی کو اپنے آگے کیا، لوگوں نے ان گھوڑوں اور گھوڑسواروں کے مجسموں کو آگے بڑھایا، ہاتھی ان کے جانب آگے بڑھ کر اپنے سونڈ میں ان مجسموں کو لپیٹنے لگا، جب اسے گرمی اور جلن محسوس ہوئی تو اپنے اوپر موجود لوگوں کو نیچے گرادیا، اور انھیں پیروں سے روند دیا، اور وہاں سے شکست خوردہ ہوکر بھاگ کھڑا ہوا، جس چیز پر اس کی نظر

پڑتی یا جس کسی کے پاس سے اس کا گذر ہوتا اسے روند دیتا، فور اور اس کا لشکر بالکل بکھر گیا، سکندر کے فوجیوں نے ان کا پیچھا کیا، اور انھیں کاری ضرب لگائی .... سکندر چلا اٹھا، اے شاہِ ہند! سامنے آجاؤ، اور اپنے ساز وسامان اور اہل وعیال کی حفاظت کرلو، انھیں موت کے گھاٹ نہ اتارو، یہ انسانیت نہیں کہ بادشاہ اپنے سرمایہ کو مہلک اور خطرناک جگہوں پر تلف کردے؛ بلکہ اسے تو یہ چاہئے کہ اپنے مال اور اپنی جان سے اس کی حفاظت کرے، لشکر کو چھوڑ کر میرے سامنے آجاؤ، ہم میں سے جو شخص بھی اپنے مقابل کو ڈھیر کردے گا، وہی کامیاب شمار ہوگا، فور نے جب ذوالقرنین کی یہ بات سنی، تو اسے نے کامیابی کی امید میں اس سے مقابلہ کی ٹھان لی، اور اس لمحہ کو غنیمت سمجھا۔

اسکندر اس سے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا، وہ اپنے گھوڑوں کی پشتوں پر دن کے ایک حصہ تک ایک دوسرے سے مقابلہ آرائی کرتے رہے، ان میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھی پر قابو نہیں مل پاتا تھا، وہ دونوں برابر معرکہ آرائی کرتے رہے، اسکندر جب بالکل عاجز اور بے بس ہوگیا، اسے کوئی موقع یا چانس نہ مل سکا، تو اس نے اپنے لشکر میں ایک زوردار چیخ ماری جس سے زمین اور لشکر لرز گئے، فور نے جس وقت اس چنگھاڑ کو سنی تو پیچھے متوجہ ہوا اسے وہ اپنے لشکر کے خلاف مکر تصور کیا، ذوالقرنین نے اس پر ایک کاری ضرب ایسی لگائی کہ وہ اپنے زین سے لڑھک گیا، پھر ایک دوسری ضرب لگائی تو وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا، جب ہندوستانیوں نے اس مصیبت اور اپنے بادشاہ کے انجام کو دیکھا تو وہ لوگ اسکندر پر پل پڑے انھوں نے موت کے ارادہ سے اس سے لڑائی شروع کردی، اسکندر نے ان سے حسن سلوک کا وعدہ کیا، اللہ عزوجل نے اسے ان پر قابو دے دیا، اس طرح وہ ان کے ملک پر قابض ہوگیا، اور اپنے بااعتماد لوگوں کو ان پر مامور کیا، وہ ہندوستان میں اس وقت تک مقیم رہا جب تک اسے ان کے آپسی اتحاد واتفاق کے بارے میں یقین نہ ہو چلا، اسی شخص کو اپنا نائب مقرر کرنے کے بعد وہ ہندوستان سے واپس ہوگیا، اور وہاں سے آگے کی مہم پر روانہ ہوگیا، جب سکندر اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ہندوستان سے دور چلا گیا، تو ہندوستانی سکندر کے نائب اور جانشین کی اطاعت سے مکر گئے، اور وہ لوگ یہ

کہنے لگے کہ سیاست میں اس بات کی گنجائش نہیں اور نہ ہی عام اور خاص طبقہ اس بات پر راضی ہے کہ کوئی غیر ان پر حکمرانی کرے؛ چونکہ یہ لوگ انھیں ہمیشہ ذلیل وحقیر ہی سمجھتے رہیں گے، انھوں نے یہ طئے کیا کہ وہ اپنے بادشاہ کی اولاد ہی میں سے کسی کو اپنا بادشاہ بنائیں گے، چنانچہ انہوں نے ''دبشلیم'' نامی ایک شخص کو اپنا بادشاہ بنالیا، سکندر کے جانشین کو اس عہدے سے معزول کردیا، یہ بادشاہ جب بالکل قابو یافتہ ہوگیا، اور اس کی بادشاہت مستحکم ہوگئی تو یہ نہایت سرکشی اور بدمعاشی پر اتر آیا، ظلم وجبر اور غرور وتکبّر کا مظاہرہ کرنے لگا، اپنے اطراف واکناف کے بادشاہوں پر حملہ آور ہونے لگا، وہ اپنی اس ظلم وزیادتی کے باوجود ہر جگہ سے کامیاب وبامراد واپس ہوتا، رعایا بھی اس سے خوف کرنے لگی، جب اس نے اپنی بادشاہت اور غلبہ کا یہ حال دیکھا تو وہ رعایا پر اور بھی ظلم وستم پر اتر آیا، ان کو اور بھی ذلیل تر اور حقیر تک سمجھنے لگا، ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے لگا، جیسے جیسے اس کے احوال مزید بلندتر ہوتے جاتے، وہ سرکشی میں بڑھتا جاتا، ایک زمانے تک اس کی یہی حالت رہی، اس زمانے میں ایک برہمن فاضل، حکیم شخص تھا جو اپنی شرافت ونجابت کے ساتھ معروف تھا، لوگ اپنے معاملات میں اسی کو فیصل بناتے، اس کا نام ''بیدبا'' تھا۔

جب اس نے بادشاہ کی یہ حالت اور رعایا کے ساتھ اس کے ظلم وستم کو دیکھا، تو وہ اسے اس ظلم وجور سے باز رکھنے اور اسے عادل اور منصف بنانے کی تدبیر سوچنے لگا، اس نے اس کے لئے اپنے شاگردوں کو اکٹھا کیا، اور ان سے کہا: تم جانتے بھی ہو میں تم سے کیا مشورہ کرنے والا ہوں؟ دیکھو میں نے دبشلیم، اس کی ناانصافی، بدبختی، بدکرداری اور رعایا کے ساتھ اس کے برے سلوک کے بارے میں غور وفکر کیا ہے، جب بادشاہ سے اس قسم کی چیزیں سرزد ہوتی ہیں تو ہم اپنی وسعت بھر انھیں بھلائی اور انصاف کا عادی بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اور جب ہم اپنی اس ذمہ داری سے غفلت اور روگردانی کرتے ہیں تو ہم پر مصائب آن پڑتے ہیں، اور خراب چیزیں ہم پر وارد ہوتی ہیں، اس وقت ہم ان نادانوں میں سے سب سے بڑے ناداں اور ان کے بااثر لوگوں میں سب سے حقیر تر شمار ہوتے ہیں،، میری اس کے بارے میں جلاوطنی کی رائے تو نہیں ہے، اور نہ ہی عقل ودانائی

کے اعتبار سے اسے اس کی بداطواری، اور بدسلوکی پر برقرار رکھا جاسکتا ہے، اور نہ ہی ہم اپنی زبانوں کے استعمال کے بغیر اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں، اگر ہم اس بارے میں کسی دوسرے سے مدد کے طالب ہوں گے تو وہ بھی ہمارے واسطے اس سے دشمنی مول لینے کے لئے تیار نہ ہونگے، اور اگر اسے ہماری اس کی مخالفت اور اس کی بدتمیزی کی مخالفت کا پتہ چل جاتا ہے تو اس صورت میں بھی ہماری ہلاکت کا اندیشہ ہے، تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ درندوں، کتوں، سانپ اور بیل کی ہم نشینی، جگہ کی عمدگی، زندگی کی خوشگواری کے باوجود اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے، ایک فلسفی شخص کے لائقِ حال یہ بات ہوتی ہے کہ اس کی قوتِ فکر کا مصرف ایسی چیز ہو جس سے اپنی آپ کو مصائب وحوادث سے بچا سکے اور پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے اندیشوں کو ختم کرتا رہے، میں نے سنا ہے کہ ایک فلسفی نے اپنے شاگرد کو یوں لکھا ہے کہ: برے لوگوں کی ہم نشینی، ان کے ساتھ نشست وبرخواست کی مثال سمندر کے مسافر کی سی ہے کہ اگر وہ ڈوبنے سے بچ بھی جائیں تو اس کے اندیشوں سے تو مامون نہیں ہوسکتا ہے؛ لہٰذا جب وہ اپنے آپ کو مہلک او رخوف واندیشوں سے بھرپور جگہوں پر ڈال دیتا ہے تو وہ اس گدھے کے مانند شمار ہوتا ہے جسے عقل سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، چونکہ حیوانات میں بھی یہ چیز ودیعت کی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ بھی نفع بخش چیزوں سے واقف ہوتے ہیں، اور تکلیف دہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں، یہ اس وجہ سے کہ ہم نے حیوانات کو کہیں نہیں دیکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکتوں میں ڈالتے ہیں، وہ جب کسی مہلک جگہ کے قریب ہوتے ہیں، تو اپنی طبعی اور فطری صلاحیتوں کے ذریعے۔ اپنی جان کی حفاظت کے خاطر۔ اس سے دوری اور کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔

میں نے اس کے واسطے تمہیں اس لئے اکھٹا کیا ہے کہ چونکہ تم لوگ ہی میرے اہل خاندان، میرے رازدار اور میرے جائے پناہ ہو، میں تم سے مدد طلب کرتا ہوں، اور تم ہی پر بھروسہ اور یقین کرتا ہوں؛ چونکہ اپنے معاملے کا تنہا، اپنی رائے کا یگانہ شخص جہاں کہیں بھی ہو ناکام ہوتا ہے، اس کا ہم نوا نہیں ہوتا، بسا اوقات ایک عقل مند شخص اپنی حسن

تدبیر کے ذریعے وہاں تک پہنچ جاتا ہے، جہاں گھوڑے اور لشکر بھی نہیں پہنچ پاتے، اس کی مثال یہ ہے کہ: قبّرہ نامی ایک پرندہ نے زیرِ زمین ایک گھر بنایا، جس راستے پر اس نے گھر بنایا تھا وہ ہاتھی کا رہ گذر تھا، ہاتھی پانی پینے کے لئے ادھر آیا جایا کرتا تھا، اس نے وہاں انڈے بھی دیئے، حسب عادت ایک روز ہاتھی کا وہاں سے گذر ہوا، وہ پانی پینے کے لئے چشمہ کے پاس جارہا تھا کہ اس نے اس پرندے کے گھر کو اپنے پیروں تلے روند دیا، اور اسکے انڈوں کو چکنا چور کر دیئے، اور اس کے چوزوں کو مار ڈالا، اس نے جب یہ بری حالت دیکھی تو سمجھ گیا کہ یہ تکلیف اسے ہاتھی ہی سے پہنچی ہے، کسی دوسرے سے نہیں، چنانچہ وہ اڑ کر اس کے سر پر جا بیٹھا اور رونے لگا، پھر کہنے لگا: بادشاہ سلامت! تم نے میرے انڈے کیوں توڑ دیئے؟ اور میرے چوزوں کو کیوں مار ڈالا؟ حالانکہ میں تمہارا پڑوس ہوں، کیا تم نے مجھے یہ اپنے مقابل حقیر سمجھ کر کیا ہے، یا میری تذلیل مقصود تھی؟ ہاتھی نے کہا: ہاں میں نے اس لئے یہ سب کیا ہے، وہ ہاتھی کے پاس سے پرندوں کے جھنڈ کے پاس گیا، اور ان سے ہاتھی سے پہنچنے والی تکلیف کا ذکر کیا، پرندوں نے اس سے کہا: ہم اس سے بدلہ نہیں لے سکتے، چونکہ ہم پرندے ہیں، ہماری کیا حیثیت؟ اس پرندے نے چیلوں اور کوؤں سے کہا: میری یہ خواہش ہے کہ تم لوگ وہاں چل کر اس کی آنکھیں پھوڑ دو، پھر اس کے بعد میں ایک دوسری تدبیر کروں گا، انہوں نے اس کی بات مان لی، اور ہاتھی کے پاس چل پڑے، وہ ہاتھی کے آنکھوں کو اپنی چونچ سے زخمی کرتے رہے؛ یہاں تک کہ اس کی دونوں آنکھیں چلی گئیں، وہ کھائے پیئے بغیر یوں ہی پڑا رہا، اس جگہ پر جو کچھ میسّر آتا کھا لیتا، جب اس پرندے کو ہاتھی کی اس حالت کا علم ہوا تو ایک تالاب کے پاس آیا، جس میں بے شمار مینڈک تھے، ان سے خود کو پہنچنے والی تکلیف کا ذکر کیا، مینڈکوں نے کہا: اس قدر بڑے ہاتھی کے مقابلے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہماری اس کے مقابل کیا حیثیت؟ پرندے نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ قریب ہی ایک گڑھے پاس چلو، اور وہاں ٹرٹر کرنے لگو؛ چونکہ ہاتھی جب تمہاری آوازیں سنے گا تو اسے وہاں پانی کی موجودگی کا یقین ہو جائے گا، اس طرح وہ گڑھے میں گر پڑے گا، مینڈکوں نے اس کی

بات مان لیا اور اس گڑھے میں اکھٹا ہو گئے ، ہاتھی نے مینڈکوں کی پکار سنی تو پیاس کے مارے آگے بڑھا اور اس گڑھے میں گر پڑا، قبرہ پرندہ اس کے سر پر بیٹھ کر رقص کرنے لگا، اور یہ کہنے لگا : اے بد معاش ! اپنی طاقت کے نشاں میں چور ، مجھے حقیر سمجھنے والے، دیکھا تیرے بھارے ڈیل ڈول والے جسم کے مقابلے میں میرے کمزور جسم کے باوجود کیسی بڑی تدبیر میں نے کی ہے؟

لہٰذا تم میں کا ہر ایک اپنی رائے پیش کرے، ان شاگروں نے کہا: آپ ہی ہم میں برتر اور بلند تر ہیں، آپ کی رائے اور فہم کے مقابلے میں ہماری رائے اور فہم کی کیا اہمیت؟ ہاں البتہ ہمیں یہ پتہ ہے کہ مگرمچھ کے ساتھ تیراکی خطرناک ہوتی ہے، اس میں غلطی تیراک ہوتی ہے، جو مگرمچھ کی موجودگی میں پانی میں جاتا ہے، جو شخص سانپ کے کچلیوں سے زہر نکال کر، اس زہر کا اپنے اوپر تجربہ کرتا ہے، تو اس میں سانپ کی غلطی نہیں ہوتی، جو شخص ایسے جنگل میں جس میں شیر ہو چلا جاتا ہے، تو وہ شیر کے حملہ سے محفوظ نہیں ہوسکتا ہے۔ اس بادشاہ کو نہ حوادثات کا خوف ہے، اور نہ ہی گردشِ زمانہ نے اسے کوئی سبق سکھایا ہے، ہم نہ آپ کو اور نہ خود کو اس کے ظلم وتعدی سے مامون سمجھتے ہیں، اگر آپ نے اس کی ناپسندیدہ بات کے حوالے سے اس سے ملاقات کی تو ہمیں آپ پر اس کے ظلم وستم کا اندیشہ ہے، حکیم بیدبا نے کہا: اللہ کی قسم جو کچھ تم نے کہا ہے، بالکل درست کہا ہے؛ لیکن صاحب حوصلہ شخص اپنے سے کمتر یا برتر شخص سے مشورہ کرنے سے پیچھے نہیں رہتا، انفرادی رائے نہ خواص میں معتبر سمجھی جاتی ہے اور نہ ہی عوام میں وہ قابلِ قبول ہوتی ہے، میں نے دبشلیم سے ملاقات کا عزم کرلیا ہے، اور میں نے تمہاری بات سن لی ہے، تمہاری نصیحت بھی میرے لئے واضح ہو چکی ہے، لیکن میں نے ایک عزم وارادہ کیا ہے، بادشاہ کے پاس میری گفتگو اور اور اس کے ساتھ میرا مباحثہ تم کو معلوم ہو جائے گا، بادشاہ کے پاس سے میرے نکلنے کے وقت میرا تمہارے پاس سے گذر ہو تو تم میرے پاس اکٹھا ہو جانا، اس کے بعد وہ ان کے پاس سے چلا گیا، وہ لوگ اس کی سلامتی کی دعا کرنے لگے۔

پھر بیدبا نے بادشاہ کے پاس جانے کے لئے ایک دن متعین کیا، جب اس کا طئے

کردہ وقت ہوچلا تو اس نے اپنے اوپر بالوں کی ایک چادر جو برہمن کا لباس ہوتا ہے، ڈالی اور پھر بادشاہ کے گھر چلا، بادشاہ کے سکریٹری کے بارے میں دریافت کیا،تو اسے اس کے بارے میں بتلایا گیا، بادشاہ نے اسے سلام کیا اور اسے اپنے آمد کی وجہ بتلائی، اس سے یوں کہا: میں بادشاہ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں، اجازت دینے والا فوراً اسی وقت بادشاہ کے پاس گیا، اور کہا کہ: دروازے پر بیدبا نامی ایک برہمن شخص ہے، وہ بادشاہ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہے، چنانچہ اسے اجازت مل گئی، وہ اندر جا کر بادشاہ کے روبرو کھڑا ہوگیا، اس کے لئے سجدۂ تعظیمی بجالایا، اور پھر سیدھا کھڑا ہوگیا اور چپ سادھے رہا، دبشلیم اس کی خاموشی پر فکرمند ہوگیا، اور کہنے لگا: یہ دو ہی وجہ سے ہمارے پاس آسکتا ہے : یا تو کسی ایسی چیز کی جستجو میں جس سے اس کی بگڑی بن جائے ، یا اس کو کوئی ایسا معاملہ درپیش ہے، جس کی دفاع کی اس میں سکت نہیں ، پھر کہنے لگا: اگر بادشاہ اپنی سلطنت کی وجہ سے صاحب المرتبت شمار ہوتے ہیں، تو حکماء اپنی حکمت ودانائی کی وجہ سے اس سے کہیں بڑے رتبے کے حامل ہوتے ہیں؛ چونکہ حکماء اپنے علم ودانش کی وجہ سے بادشاہوں سے بے نیاز ہوتے ہیں، اور بادشاہ اپنے مال ودولت کی وجہ سے حکماء سے بے نیاز نہیں ہوسکتے ، میں نے علم وحیاء کو لازم وملزوم پایا ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک موجود نہ ہوتو دوسرا بھی اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا، جیسے دو مد ومقابل (دو جوڑے) ان میں سے اگر کوئی فوت ہوجائے تو دوسرے کو اپنے ساتھی پر افسوس کی وجہ سے زندگی ہی اچھی نہیں لگتی، جو شخص حکیموں سے حیاء نہیں کرتا، ان کا اعزاز واکرام نہیں کرتا، دوسروں کے مقابل ان کی فضیلت وبرتری کا معترف نہیں ہوتا، اور نہ حکیموں کو ذلت وخواری کی جگہوں سے بچانے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے، تو یہ شخص محروم العقل، اپنی دنیا کو خسارہ میں ڈالنے والا، حکیموں کے حقوق کا ناپاسدار اور جاہلوں میں اس کا شمار ہوتا ہے، پھر بیدبا کی جانب اپنے سر کو اٹھا کر اس سے کہنے لگا: بیدبا! میں تمہیں خاموش دیکھ رہا ہوں، تم اپنی ضرورت پیش نہیں کررہے ہو، اور نہ ہی مطلوب کو ذکر کررہے ہو، میں نے کہا: جس چیز نے اسے خاموش کررکھا ہے یا تو اس پر طاری ہونے والا رعب ودبدبہ ہے یا کسی حیران کن امر نے

اس پر یہ حالت طاری کی ہے، میں نے اس وقت تمہارے اس طویل خاموشی کے بارے میں سونچا ہے، میں نے کہا: بیدبا میرے پاس یوں ہی بغیر کسی وجہ سے نہیں آسکتا؛ چونکہ یہ اپنے زمانہ کا غیر معمولی شخص ہے؛ کیوں نہ ہم یہاں سے اس کی آمد کے بارے میں دریافت کریں؟ اگر اس کو ظلم وستم کا سامنا ہے تو میں اس کی مدد اور اس کی عزت واحترام اور اس کے مطلب ومقصد تک پہونچنے کے لئے آگے آؤں، میں اس کا زیادہ حق دار ہوں، اگر اس کا مقصد کوئی دنیوی غرض ہے تو میں اسے اس کی محبوب چیز دے کر اسے راضی کراؤں گا، یا اگر وہ بادشاہ سے متعلق کوئی معاملہ ہے اور وہ ایسی چیز ہے کہ بادشاہ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس میں اپنے اوپر اس کو ترجیح دے یا اس کی اطاعت قبول کرے، تو میں اس کی سزا کی مقدار کے بارے میں دیکھ لوں گا، اس جیسا شخص اپنے آپ کو بادشاہ سے متعلق معاملات میں دخل اندازی کی جرأت نہیں کرسکتا، اگر رعایا سے متعلق کوئی ایسی چیز ہے، جس کے بارے میں وہ میری توجہ کا طالب ہے، تو میں دیکھوں گا کہ وہ کیا چیز ہے؟ چونکہ حکیم بھلائی ہی کا مشورہ دیتا ہے، جب کہ جاہل اس کے خلاف مشورہ دیتے ہیں۔

میں تمہیں بات کرنے کی اجازت دیتا ہوں، بیدبا نے بادشاہ کی یہ گفتگو سنی، تو اس کے سامنے کھڑا ہوگیا، اور کہا: میں سب سے پہلے یہ کہتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ سے میں دعا گوں ہوں کہ تمہاری یہ سلطنت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہے؛ چونکہ بادشاہ نے مجھے وہ مقام دیا ہے جو میرے بعد والے علماء کے لئے شرف وعزت کی چیز ہے، اور حکماء کے لئے تاابد باقی رہنے والی یادگار ہے، بادشاہ کی اس عزت افزائی کی وجہ سے وہ اس کی طرف نہایت جوش وخروش کے ساتھ متوجہ ہوا اور کہنے لگا: بادشاہ نے اپنے اکرام واحسان کے ذریعے مجھ پر مہربانی کی ہے، جس کی وجہ سے میں بادشاہ کے پاس آیا ہوں، جس چیز نے مجھے بادشاہ سے گفتگو کا خطرہ مول لینے اور اس کے لئے جرأت کرنے پر اکسایا، بادشاہ کو ایک خصوصی نصیحت کرنا ہے، بادشاہ کے متعلقین یہ جان لیں گے کہ میں نے بادشاہ کے حق میں حکماء کے واجب تک پہونچنے کی پوری کوشش کی ہے، اگر بادشاہ میری بات کو کشادہ دلی کے

ساتھ لیتا ہے اور اسے اپنے پلّے باندھ لیتا ہے تو وہ اس کا اور اپنی رائے پر عمل پیرا ہونے کا زیادہ حق دار ہے، اور اگر وہ اس کو ٹھکرا دیتا ہے تو میں نے اپنے واجب کو ادا کر دیا ہے، اور میں لعنت وملامت سے بری ہوں، بادشاہ نے کہا: بیدبا! تم جیسے چاہو گفتگو کرو، میں پورے غور اور توجہ کے ساتھ تمہاری بات سن رہا ہوں، تم اول تا آخر مکمل بات کہہ دو میں تمہارے لائق حال گفتگو کی اجازت دیتا ہوں، بیدبا نے کہا: میں نے انسان میں دیگر حیوانات سے ممتاز کرنے والی چار چیزیں پائیں ہیں، پوری دنیا کی اصل بھی یہی چیزیں ہیں، یہ حکمت، عفت، عقل اور عدل ہیں، علم وادب اور روایات یہ حکمت کے تحت آتے ہیں، حلم وبردباری، صبر وقار یہ عقل کے تحت آتے ہیں، حیاء، سخاوت، اپنے آپ کو مواقع ہلاکت سے بچانا، خسیس وذلیل کاموں سے اپنے آپ کو دور رکھنا، یہ چیزیں عفت کے قبیل سے ہیں، سچائی، حسن سلوک، محاسبہ نفس اور حسن اخلاق یہ عدالت کے دائرہ میں آتے ہیں، یہ چیزیں محاسن (خوبیوں) ہیں اس کی اضداد ومعایب ہیں، یہ چیزیں جب کسی میں کامل طریقے پر موجود ہوتی ہیں، تو نعمتوں کی زیادتی نہ اسے دنیا کے حوالے سے بدقسمتی میں مبتلا کرتی ہیں، اور نہ ہی اس کی آخرت میں کسی کمی اور نقص کا اندیشہ اسے ہوتا ہے، یہ شخص جس چیز کے باقی رہنے میں توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو، اس پر افسوس نہیں کرتا، اور نہ اس کی املاک میں جو تقدیری فیصلے ہوتے ہیں اس پر ناراض ہوتا ہے، اور نہ ہی کسی تکلیف کے پہونچنے پر وہ حیرت زدہ ہوتا ہے، حکمت یہ ایسا خزانہ ہے جو خرچ کرنے پر بھی ختم نہیں ہوتا، یہ ایسا ذخیرہ ہے جس کے خرچ پر کنگال ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، ایسا جوڑا ہے جو پرانا نہیں ہوتا، یہ ایسی لذت ہے جو بالکل ختم نہیں ہوتی، اگر میں اپنی اس جگہ بادشاہ کے روبرو ہوتا تو بات چیت شروع کرنے سے رکا ہی رہتا، یہ محض بادشاہ کے رعب ودبدبہ اور اس کے عظمت وجلال کی وجہ سے ہوتا ہے، اللہ کی قسم! بادشاہ ان سے خوف کئے جانے کے لائق ہوتے ہیں، خصوصاً اس وقت جب بادشاہ اپنے دیگر پیشرؤں کے مقابلے اس عظیم رتبہ اور حیثیت کا حامل ہو، علماء نے یوں کہا ہے: خاموشی اختیار کرو؛ چونکہ سلامتی اسی میں ہے، بیکاری اور فضول گفتگو سے احتراز کرو؛ چونکہ اس کا انجام ندامت وشرمندگی ہے۔

یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ چار عالم بادشاہ کے دربار میں موجود تھے، ان سے بادشاہ نے کہا: تم میں ہر شخص خالص ادب پر مشتمل بات کہے، ان میں سے ایک شخص نے کہا: علم کی سب سے بڑی خصوصیت خاموشی ہوتی ہے، دوسرے نے کہا: انسان کے لئے سب سے نفع بخش چیز یہ ہے کہ وہ عقل سے اپنے رتبہ کو جانے، تیسرے نے کہا: انسان کے واسطے سب سے فائدہ مند چیز لایعنی سے احتراز ہے، چوتھے نے کہا: انسان کی راحت اس میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کردے۔

کسی وقت چند مملکتوں کے بادشاہ یکجا ہوئے، جن میں چین، ہندوستان، فارس اور روم کے بادشاہ شامل تھے، ان لوگوں نے کہا کہ: ہم میں کا ہر شخص کوئی ایک بات ایسی کہے جو تاریخ میں قلمبند ہوجائے، چین کے بادشاہ نے کہا: میں اپنی خاموشی کا دفاع اپنے بول کے مقابلے میں زیادہ کرسکتا ہوں، ہندوستان کے بادشاہ نے کہا: مجھے اس شخص پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو کوئی بول بولتا ہے، اگر وہ بات اس کے اپنے حق میں ہوتی ہے تو وہ اس کے لئے نفع بخش نہیں ہوتی، اگر وہ اس کے خلاف ہوتی ہے تو اسے ہلاکت میں ڈال دیتی ہے، فارس کے بادشاہ نے کہا: اگر میں بولی بولتا ہوں تو یہ بول مجھ پر بھاری ہوتے ہیں، اگر میں کچھ نہیں کہتا ہوں تو میں ان بول پر بھاری ہوتا ہوں، رومی بادشاہ نے کہا: خاموشی پر مجھے کبھی شرمندگی نہیں ہوئی، ہاں البتہ بولنے نے مجھے ضرور شرمندہ کیا ہے، بادشاہوں کے یہاں خاموشی اُس بکواس سے بہتر ہے، جو بالکل بے فائدہ ہو، انسان اپنی زبان ہی سے بہت زیادہ گمراہ اور گم کردہ راہ ہوجاتا ہے، لیکن بادشاہ نے اللہ ان کی عمر دراز کرے، جب مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا ہے، تو بہتر یہ ہے کہ جو امور میرے پیش نظر ہیں ان میں سے ان کا اظہار کروں جس کا فائدہ میرے بجائے اسی کو حاصل ہو اور اس کا نفع مجھ سے پہلے اسے مل جائے، میری اس گفتگو کا مقصد محض آخرت ہے، اس کے منافع اور فضائل آخرت میں ہی مجھے ملیں گے، اور میں اپنے فرض اور ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاؤں گا۔

بادشاہ سلامت! تم اپنے ان عظیم آباء واجداد کے محلات میں رہ رہے ہو جنھوں

نے اس سلطنت کی بنیاد رکھی تھی، اور اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا تھا، قلعے اور محفوظ جگہیں بنائیں، شہروں کو اپنے زیر دست اور تابع کیا، لشکروں کی قیادت کی، فوجی اور ساز وسامان تیار کئے، ایک لمبی مدت انہوں نے گذاری، بہت سارے گھوڑے اور ہتھیار اکٹھے کئے، انہوں نے زمانوں خوش وخرم زندگی گذاری، یہ چیزیں ان کے لئے ذکرِ خیر اور لوگوں کے شکر واحسان کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہیں بنیں، اور نہ ہی اپنی رعایا اور پرجا کے ساتھ نرم رویہ اور حسنِ سلوک اور خیر وبھلائی کرنے میں مانع ہوئیں؛ حالانکہ وہ بھی بادشاہت وسلطنت کے نشے سے دوچار تھے، بادشاہ سلامت! جس کی کوشش بارآور ہو اور جس کا ستارۂ اقبال بلند رہے، تم کو ان کا سارا سرمایہ، ان کی سرزمین، ان کی سلطنت، ان کے اموال، ان کے محلات بطور وراثت کے حاصل ہوئے، پھر تم ان سے حاصل ہونے والے اقتدار کے مالک بنے، ان کے سارے اموال اور لاؤ ولشکر کر تمہیں بطور حق وارثت کے ملے، لیکن تم نے کما حقہ سلطنت کے ان امور کو انجام نہیں دیا؛ بلکہ تم نے رعایا کے ساتھ زیادتی اور سرکشی کی، ان کے ساتھ غلط روش اپنائی، جس سے آزمائشوں میں اضافہ ہوا، تمہارے لئے اچھا اور بہتر یہ ہوتا کہ تم اپنے آباء واجداد کی روش کو اپناتے، تم سے پہلے بادشاہوں کے نقشِ قدم پر چلتے، انکے محاسن اور خوبیوں کو اپناتے، جو چیزیں تمہارے لئے شرمندگی اور ذلت کا باعث ہوتیں، اس سے کنارہ کش ہوجاتے، اپنی رعایا کی اچھی نگہداشت کرتے، تم ایسے بہترین نمونے چھوڑ جاتے جس کا تمہارے بعد تمہارا ذکرِ خیر جاری رہتا، جو تمہارے بعد تمہارے بہترین کارناموں میں شمار ہوتے۔

چونکہ ناداں، دھوکہ میں مبتلا شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے معاملات میں اپنے پن، خودرائی، انانیت، اور اپنی آرزوؤں کا استعمال کرے، باحوصلہ اور عقل مند وہ شخص ہوتا ہے جو رعایا پر نرمی اور خیر خواہی کے ساتھ حکومت کرے، بادشاہ سلامت! میری ان باتوں پر غور کر لیجئے، میری یہ باتیں تمہیں بوجھ محسوس نہ ہوں، میں نے تم سے اپنی کسی غرض یا کسی بدلہ کے حاصل کرنے کے لئے یہ گفتگو نہیں کی ہے، نہ میں اس نصیحت کے بدلے تم سے کسی بھلائی کا طالب ہوں، میں بس تمہارے خیر خواہ کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں۔

جب بیدبا اپنی بات مکمل کر چکا، اپنی ہمدردی کا اظہار کر چکا، تو بادشاہ شدت غیظ وغضب سے بھر گیا، بادشاہ نے اپنے اس رویہ کو معمولی سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ سخت کلامی کی، اور کہا: تم نے ایسی بات کی ہے شاید کہ میری سلطنت کا کوئی شخص اس بات کو قبول کرے، اور اس بارے میں تمہاری طرح جرأت مندی کا مظاہرہ کرے، تم نے اپنی اس پستیٔ احوال، کم قوتی، اپنی عاجزی و بے بسی کے باوجود اس پر کیسے جرأت کر لی؟ تمہاری اس جرأت وہمت نے مجھے بھی مبتلائے حیرت کر دیا ہے، دوسروں کو اس بارے میں سبق سکھانے کے لئے تم کو سزا دینے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، پھر یہ سزا اس شخص کے لئے عبرت ونصیحت کا ذریعہ بنے جو بادشاہوں کے ساتھ تم جیسی جرأت بیجا کرے، پھر اسے سولی پر چڑھا کر قتل کرنے کا حکم دیا۔

جب لوگ اسے بادشاہ کے اس حکم کو نافذ کرنے کے لئے چلے، تو اسے اپنے قتل کے اس حکم کے بارے میں تردد ہوا تو وہ اس سے رک گیا، پھر اسے گرفتار کر کے حوالہ زنداں کرنے کو کہا، اس کے قید کرنے کے بعد اس کے تلامذہ اور اس کے ملاقاتیوں کو حاضر کرنے کو کہا: وہ لوگ دوسرے ممالک کی طرف راہِ فرار اختیار کر گئے، سمندروں کے جزیروں میں پناہ گزیں ہو گئے بیدبا کئی دن قید خانے میں پڑا رہا، بادشاہ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں دریافت کیا، نہ اس کی جانب کوئی توجہ کی اور نہ کسی کی یہ ہمت ہوئی بادشاہ کے سامنے اس کا ذکر کرے۔

ایک رات بادشاہ کو بالکل نیند نہیں آئی، اس کی اس بے خوابی کا وقفہ طویل ہو گیا، بادشاہ نے آسمان کی جانب اپنی نگاہ دوڑائی، آسمان کی گردش اور ستاروں کی حرکت کے بارے میں سوچنے لگا، بہت دیر تک غور وفکر کرتا رہا، اسی غور وفکر کے دوران اسے فلکیاتی امور سے متعلق کسی مسئلہ کے حل کرنے اور اس کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی، اس وقت اسے بیدبا یاد آ گیا، اس کے ساتھ جو اس نے سخت کلامی کی تھی اس بارے میں سوچنے لگا، پھر وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا، پھر اپنے دل میں کہنے لگا، میں نے اس فلسفی کے ساتھ برا سلوک کیا ہے، اور اس کی حق ناشناسی کی ہے، اور میں نے غصہ

میں یہ جلد بازی کی ہے، علماء نے یوں کہا ہے: چار چیزوں کا بادشاہ میں ہونا مناسب نہیں
: ایک غصہ ؛ چونکہ یہ ناپسندیدگی کا زیادہ حقدار ہے، دوسرے بخالت: چونکہ بخیل اپنی
خوشحالی اور مالداری کے باوجود معذور نہیں گردانا جاسکتا، تیسرے جھوٹ: چونکہ جھوٹے کی
معیت اور دوستی مناسب نہیں ہوتی، چوتھے: بات چیت میں سخت اور ترش لہجہ؛ چونکہ کم
عقلی، نادانی بات چیت کے لائق حال نہیں۔

ایک شخص میرے پاس مجھے نصیحت کرنے کے لئے، نہ کہ جاسوس بن کر آتا ہے، تو
میں اس کے ساتھ اس کے شایانِ شان معاملہ نہیں کرتا، اور اس کو اس کے استحقاق کے
برخلاف بدلہ دیتا ہو؛ حالانکہ یہ اسکا بدلہ نہیں ہوسکتا، بلکہ ہوتا تو یوں کے میں اس کی گفتگو
سنتا، اوراس کے مشورہ کو مان لیتا۔

پھر اسی وقت اسے لے آنے کا حکم دیا، جب وہ اس کے سامنے آموجود ہوا، تو
بادشاہ نے اس سے کہا: بیدبا! کیا تم نے میرے عزائم کو کمزور کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، اور
میری سیرت اور کردار کو اپنی سابقہ گفتگو کے ذریعہ ناقص اور ناتمام نہیں قرار نہیں دیا
تھا، بیدبا نے کہا: اے مہربان خیرخواہ اور سچّے دوست بادشاہ! میں نے تجھے وہ امور بتلائے
ہیں جس میں تیرے اور تیرے رعایا کی بھلائی ہے، جس سے تیری سلطنت کا مستقبل
وابستہ ہے، بادشاہ نے اس سے کہا: بیدبا! اپنی ساری بات میرے پاس دوبارہ دہراؤ، اس
میں سے ایک لفظ بھی نہ رہنے پائے، بیدبا بات کرتا رہا، اور بادشاہ گوش برآواز رہا، ذبشلیم
جب بھی اس سے کوئی بات سنتا تو اپنے ہاتھ میں موجود کسی چیز سے زمین کریدنے لگتا، پھر
بیدبا کی جانب اپنی نگاہ اٹھا کر اسے بیٹھ جانے کے لئے کہا، اور اس سے کہنے لگا: بیدبا
! تمہارا کلام مجھے بہت اچھا لگا، اس نے دل میں کافی اثر کیا، میں تمہارے مشورہ پر غور وفکر
کروں گا، تمہارے کہنے پر عمل کروں گا، بیدبا نے کہا: اے بادشاہ سلامت! میری اس
مختصر سی گفتگو میں تم جیسے آدمی کے لئے سب کچھ ہے، بادشاہ نے کہا: اے عظیم المرتبت
حکیم! تم نے بالکل سچ کہا، میں ابھی اس وقت سے تمہیں اپنی سلطنت کے تمام دور دراز
ممالک کا ذمہ دار بناتا ہوں، بیدبا نے کہا: بادشاہ سلامت! مجھے اس ذمہ داری سے معاف

رکھئے، میں آپ کے بغیر ان کی اصلاح ودرستگی کا کام انجام نہیں دے سکتا، بادشاہ نے اسے اس ذمہ داری سے چھٹکارا دے دیا، جب بیدبا واپس چلا گیا، تو پھر اسے یہ پتہ چلا کہ اس کا یہ کام اس کی مرضی کے مطابق نہیں ہے، ایک شخص کو بھیج کر اسے دوبارہ بلایا، اور اس سے کہا: میں نے جو پیشکش کے حوالے سے تم کو بری کر چکا تھا، میں نے یہ جان لیا ہے کہ اس کام کو تم ہی انجام دے سکتے ہو، تمہارے علاوہ کوئی اس ذمہ داری کو نہیں اٹھا سکتا اور اس ذمہ داری کو تمہارے سوا کوئی بحسن وخوبی انجام نہیں دے سکتا ہے۔

اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ جب کسی کو وزیر بنانا ہوتا تو اس کے سر پر تاج رکھا جاتا، اہل سلطنت اسے گھوڑے پر سوار کراتے اور اسے شہر میں گھماتے، بادشاہ نے بیدبا کے ساتھ بھی یوں ہی کرنے کا حکم دیا، اس کے سر پر تاج رکھا گیا، شہر میں اس کی سواری کرائی گئی، واپسی کے بعد وہ منصب قضا کے عہدے پر فائز ہوگیا، وہ گھٹیا تر آدمی کے واسطے عظیم آدمی سے مواخذہ کرتا، کمزور اور طاقتور دونوں کے درمیان یکساں سلوک کرتا، مظالم کو اس نے ختم کردیئے، عدل وانصاف کی اس نے بنیاد ڈالی، خوب جود وسخا کا معاملہ کیا، اس کے شاگردوں کو بیدبا کے بارے میں اللہ عزوجل نے بادشاہ کو جو نئی رائے سمجھائی ہے اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خوشی خوشی ہر جگہ سے اس کے پاس چلے آئے، دبشلیم کی بدکرداری اور بداطواری کو ختم کرنے کی جو توفیق اللہ عزوجل نے بیدبا کو مرحمت کی ہے انہوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا، اور اس کو اپنے واسطہ عید کا دن بنالیا، یہی دن اہل ہند کے یہاں اب تک بھی بطور عید منایا جاتا ہے۔

پھر جب بیدبا نے دبشلیم کے معاملے سے اپنے فکروں کو یکسو کرلیا، تو سیاست سے متعلق ایک کتاب تیار کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیا، باریک تدبیروں اور چالاکیوں پر مشتمل کتابوں کو اکٹھا کیا، بیدبا نے حسن سیرت اور رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کے جس راہ پر بادشاہ کو ڈالا تھا وہ اسی راہ پر چلتا رہا، اس کے پڑوس کے بادشاہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگے، رعایا اور اہل سلطنت بھی اس سے خوش وخرم رہنے لگے، پھر بیدبا نے اپنے شاگردوں کو اکٹھا کیا، ان کے آپسی تعلقات درست کئے، اور ان سے بہتر

وعدہ کیا اور ان سے کہا: یہ حقیقت ہے کہ میرے بادشاہ کے پاس جانے کے وقت تمہارے دل میں یہ بات آئی تھی کہ جس کی وجہ سے تم نے یوں کہا تھا: بیدبا کی دانائی اور زیرکی جاتی رہی ہے، اس کی قوتِ فکر جواب دے چکی ہے کہ جس کی وجہ سے اس نے اس سرکش اور ظالم کے پاس جانے کا ارادہ کرلیا ہے، میری رائے کے نتائج اور میری فکری درستگی کو تم جان چکے ہو، میں اس انجام سے بے خبر اس کے پاس نہیں گیا؛ چونکہ میں نے مجھ سے پہلے حکیموں سے یہ بات سنی ہے کہ وہ کہتے ہیں: بادشاہوں میں شراب کی تیزی کے مانند تیزی ہوتی ہے، وہ اپنی تیزی سے علماء کے مواعظ ہی سے بے دار ہوتے ہیں، بادشاہوں کے لے یہ ضروری ہے کہ وہ علماء کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرتے ہیں، علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زبان اور ادب سے بادشاہوں کی اصلاح کا کام کریں، ضروری اور واضح دلائل کا بھی ان سے اظہار کرتے رہیں؛ تاکہ وہ اپنی کج روی اور ناانصافی کی راہ سے باز آجائیں، حکماء نے حکیموں کا اپنے بادشاہوں کے حق میں ان کا یہ فریضہ اور ذمہ داری قرار دی ہے کہ وہ انھیں ان کی نیند سے بیدار کرتے رہیں، ان کی مثال اس طبیب کے مانند ہے جسے اپنی دوائی میں جسم کی صحت یا صحت کی بحالی کا ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ بادشاہ کی یا میری موت واقع ہوجائے، اور دنیا میں یہ بات کہنے والے رہ جائیں کہ ظالم بادشاہ دبشلیم کے زمانے میں بیدبا نامی فلسفی شخص تھا، وہ بادشاہ کو اس کے ظلم وستم سے باز نہیں رکھ سکا، اگر کوئی یہ کہے کہ: وہ اپنی جان پر خطرے کی وجہ سے اس سے بات نہیں کرسکتا تھا، تو لوگ یوں کہیں گے: ایسے وقت میں بادشاہ اور اس کے پڑوس سے اس کا بھاگ کھڑا ہونا ہی بہتر تھا، اور وطن کو چھوڑ جانا نفس پر گراں ہوتا ہے۔

میں نے سوچا کہ میں اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کروں، میرے اور میرے بعد والے حکماء اور دانشوروں کے لئے (یہ میرا عمل) عذر ومعذرت کا ذریعہ بن جائے؛ لہٰذا میں نے اپنی زندگی کو ہلاکت پر یا اپنی مراد کے حاصل کرنے پر آمادہ کرلیا، میرے اس عزم کے نتائج کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہو، اقوال زریں میں یہ بات ملتی ہے

کہ: کوئی شخص رتبے اور حیثیت کا حامل اس وقت تک نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ ان تین میں سے کسی کو اپنائے: یا تو اپنی جان کو مشقت میں ڈالے، یا اپنے مال کے نقصانات کو برداشت کرے، اپنے مسلک ومشرب میں کمی اور کوتاہی کو سہے، جو شخص مصائب کو نہیں اوڑھتا ہے وہ مرغوبات نہیں پاتا ہے، بادشاہ دبشلیم نے حکم وامثال پر مشتمل کتاب لکھنے کا مجھ سے مطالبہ کیا ہے، تم میں سے ہر شخص، جس فن میں چاہے اس قسم کی کچھ چیزیں تیار کرکے مجھے پیش کرے؛ تاکہ اس کی عقل ودانائی کا اندازہ کرسکوں کہ حکمت کے حوالے سے اسکی سمجھ بوجھ کا کیا حال ہے، ان لوگوں نے کہا: اے صاحب مرتب حکیم اور عقلمند دانشور، قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے ان چیزوں سے نوازا، جو کچھ اس نے تجھے علم وحکمت، فہم وفراست اور ادب وفضیلت سے نوازا ہے، اس کا خیال بھی کبھی ہمارے دل میں نہیں آیا ہے، آپ ہی ہمارے سردار، ہم میں افضل اور برتر ہیں، آپ ہی سے ہماری بلندی وسرفرازی وابستہ ہے؛ لیکن ہم آپ کے حکم کی بجا آوری میں پوری کوشش کریں گے، بادشاہ بہت زمانے تک اپنی عمدہ سیرت اور اچھے کردار پر برقرار رہا، اس دوران بیدبا ان امور کا ذمہ دار بن کر ان کو انجام دیتا رہا۔

پھر جب دبشلیم کی حکومت نہایت مستحکم ہوچکی، اور دشمنوں کے معاملے میں سوچ بچار کی ذمہ داری سے وہ بری ہوگیا، چونکہ تن تنہا بیدبا ان امور کو انجام دے رہا تھا، تو اس نے اس اپنے آباء واجداد کے فلسفیوں اور حکیموں کی کتابوں کے مطالعے میں اپنے آپ کو مشغول کرلیا، اسی دوران اسے یہ خیال ہوا کہ اس کے سابقہ آباء واجداد کی یادگاروں پر مشتمل کتابوں کی طرح اس کے دور کے واقعات اور یادگاروں سے متعلق بھی ایک طویل اور مسبوط کتاب اس کے نام سے منسوب ہونی چاہئے، چنانچہ اس نے بیدبا کو بلا کر اس سے تنہائی میں گفتگو کی، اس سے کہا: بیدبا! تم ہندوستانی دانشور اور فلسفی ہو، میں نے اپنے سے پہلے بادشاہوں کے حکمت کے خزانوں کو بغور دیکھا ہے، ان میں سے ہر شخص نے اپنے دور اور اپنے سیرت وکردار سے متعلق ایک کتاب لکھی ہے، جس سے ان کے اور اہل سلطنت کے ذوق ادب اور کمالِ اخلاق کا پتہ چلتا ہے، ان میں کچھ کتابیں تو وہ ہیں جو

بادشاہوں کی خودنوشت ہیں، جسے انہوں نے اپنے علم وحکمت کے بل بوتے پرتحریر کیا ہے، کچھ دوسرے وہ ہیں جسے بادشاہوں کے حکیموں اوردانشوروں نے لکھا ہے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں بھی اس چیز سے دوچار ہوجاؤں (موت) جس سے وہ دوچار ہوئے ہیں جس سے کسی کومفر نہیں ہے، میرے خزانے میں، میرے بعد میرے یادوں سے متعلق مجھ سے منسوب کتاب جیسا کہ مجھ سے پہلے کے لوگوں کی یادوں پر مشتمل کتابیں موجود ہیں، نہیں ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے لئے ایسی فصیح وبلیغ کتاب لکھ ڈالو،جس میں تم اپنے تمام قوائے فکر کو استعمال کرلو، جو ظاہراً سیاست عامہ اوراس کی اصلاح پر مشتمل ہو، باطنی طور پراس میں بادشاہوں کے اخلاق، ان کے رعایا پرحکمرانی کے انداز، رعایا کی بادشاہ کی تابعداری اوراس کی خدمت گذاری، جس سے خود میں، اوردیگر لوگ بہت سے ان ہلاکت خیزیوں اورتباہیوں سے بچ جائیں، جس کی ضرورت بادشاہ کے مصائب میں پڑجانے کے وقت ہوتی ہے، یہ کتاب میرے بعد سالہا سال یادگار رہے گی، بیدبا نے بادشاہ کی یہ بات سنی تواس کے سامنے سجدۂ ریز ہوگیا، پھراپنا سراٹھا کرکہا: اے نیک بخت بادشاہ! تمہارا ستارۂ اقبال بلند رہے، تمہاری نحوست ختم ہوجائے، تمہاری عمر دارز ہو، بادشاہ کی صفائی طبع اورعقلی بلندی پروازی نے اس میں فطرتاً بلند مقاصد کے حصول کے جذبات رکھے ہیں، اس کی طبیعت اوراس کی ہمت وحوصلہ میں ہی بلند مراتب اوراعلیٰ مقاصد کے حصول کے امتیازی اوصاف موجود ہیں، اللہ عزوجل بادشاہ کی نیک بختی کو برقرار رکھے، اس کے عزائم وارادوں میں اسے کامیاب بنائے اورمجھے بھی اس کے مطلب اورمراد تک پہونچنے میں معین بنائے، بادشاہ سلامت اس حوالے سے جو چاہیں حکم کریں، میں بادشاہ کے مقصد کو پالینے میں انتھک کوشش کروں گا، بادشاہ نے اس سے کہا: بیدبا تم نے نہایت صائب الرائے اوربادشاہوں کے معاملات میں اطاعت گذار واقع ہوئے ہو، میں نے یہ چیز تمہارے اندر اچھی طرح پرکھ لی ہے، میری یہ خواہش ہے کہ تم ہی اس کتاب کو ترتیب دو، اس میں تم اپنی تمام قوائے فکر وعمل کو بروئے کارلاؤ، اپنے تیئں پوری انتھک کوشش کرو، اس سلسلہ کی پوری جدوجہد کرلو، یہ کتاب حقائق، طنز ومزاح، لہوولعب اورحکمت

وفلسفہ پر مشتمل ہونا چاہئے، بیدبا نے بادشاہ کے سامنے سر جھکا کر سجدۂ تعظیمی بجا لایا، اور کہا: اللہ عزوجل بادشاہ کی عمر دراز کرے، میں نے بادشاہ کے حکم کو قبول کرلیا ہے، میں نے اپنے اور بادشاہ کے درمیان اس حوالے سے ایک مدت بھی متعین کرلی ہے، بادشاہ نے کہا: یہ کتنی مدت ہوسکتی ہے؟ بیدبا نے کہا: ایک سال، بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے میں تمہیں اتنا وقت دیتا ہوں، بادشاہ نے اس کتاب کی تیاری میں اس کے لئے ایک سال کی انعامی اعانت بھی جاری کردی، چنانچہ بیدبا اس کام کو شروع کرنے اور اس کتاب کی تالیف وترتیب کی ابتدائی صورت کشی کے حوالے سے غور فکر میں لگ گیا۔

پھر بیدبا نے اپنے شاگردوں کو اکٹھا کرکے ان سے کہا: بادشاہ نے مجھے ایک ایسا کام سپرد کیا ہے جو میرے اور تمہارے لئے قابلِ فخر اور اعزاز کی چیز ہے، میں نے اسی کام کے لئے تمہیں اکٹھا کیا ہے، پھر اس نے ان کو بادشاہ کی کتاب کی مانگ کا ذکر کیا، اس کتاب سے اس مقصود بھی بتلایا، جب انھیں اس بارے میں کچھ نہیں سمجھ میں آیا، بیدبا نے ان کے پاس اپنے مقصود کی کوئی چیز نہیں پائی تو خود بیدبا نے اپنی اضافی عقل وتدبر کی صلاحیت سے غور وفکر کیا تو اسے پتہ چلا کہ یہ ایسی چیز ہے جو غور وفکر کی توانائی کے صرف کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے، اور یہ بھی کہا کہ: سمندر میں کشتی بغیر ملاح اور کشتی راں کے نہیں چل سکتی ہے؛ چونکہ وہ اسے صحیح راہ پر لے چلتے ہیں، پانی کی گہرائی کو تنِ تنہا ایک ماہر کشتی راں کے ذریعے طئے کیا جاسکتا ہے، اگر کشتی بے شمار مسافرین اور ان گنت ملاحوں سے بھری جاتی ہے تو پھر اس کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، بیدبا کتاب کی ترتیب وتالیف کے حوالے سے برابر غور وفکر کرتا رہا، آخر میں یہ طئے پایا کہ وہ تنہا اپنے ایک معتمد شاگرد کے ساتھ اس کام کو انجام دے، ہندوستانی کچھ لکھنے کے لے جو اوراق استعمال کرتے تھے اس کے، اور اپنے، اور اپنے شاگرد کے لئے اس مدت کے دوران کھانے کا نظم کرنے کے بعد وہ اپنے شاگرد کے ساتھ خلوت گزیں ہوگیا، وہ دونوں ایک کمرے میں بند ہوگئے اور دونوں نے اندر سے دروازہ بند کرلیا، پھر وہ کتاب کی ترتیب وتصنیف شروع کرچکے، یہ املاء کرواتا رہا اور طالب علم لکھتا رہا اور پھر وہ اس پر نظر ثانی کرتا رہا، پھر کتاب

اچھی طرح تیار ہوگئی ،اس میں اس نے چودہ باب قائم کئے،ان میں سے ہر باب ایک مستقل مسئلہ پر مشتمل تھا، ہر باب میں ایک سوال اوراس کا جواب تھا؛ تا کہ ناظرین کتاب کواس سے کچھ رہنمائی اور ہدایت حاصل ہو، پھران ابواب کواس نے ایک کتابی شکل دیا اوراس کا نام ''کلیلہ دمنہ'' رکھا،اس نے کتاب کو چرندوں، پرندوں اور درندوں کی بولی دی ،تا کہ کتاب ظاہراً توعوام اورخواص کی دلچسپی اورتفریح طبع کا سامان بنے،اور باطنی طور پر خواص کی عقلی ورزش کا ذریعہ ہو،اوراس میں اس نے انسان کی اپنی،اپنے اہل وعیال اور قریبی لوگوں کی نگہداشت کی ضروری چیزوں،اور دیگر دنیوی واخروی ضروریات کوشامل کیا،مزید برآں یہ کتاب انسان کو بادشاہوں کی اطاعت پر ابھارتی ہے اور اسے جن چیزوں سے بچنا ضروری ہےاس سے بچاتی ہے، پھراس نے اس کتاب کے ظاہراور باطن کو دیگر حکمت کی کتابوں کی شکل دی، چنانچہ یہ جانورتفریح طبع کا سامان بن گئے اوران کی زبان ادب اورحکمت، جب بیدبا نے اس کتاب کی شروعات کی تو کتاب کے ابتدائی حصہ میں دوست کے اوصاف بیان کئے،دودوست کیسے ہوتے ہیں،ایک چغل خور کے مکر اورتدبیر سے کیسے ان کی دوستی اورمحبت ختم ہوجاتی ہے،اس نے شاگرد سے یہ بھی کہا کہ وہ اس کتاب کو بیدبا کی زبان میں لکھے،اور بادشاہ کے شرط کے مطابق اسے تفریح طبع اورعلم وحکمت دونوں کا مجموعہ بنادے، بیدبا نے یہ بتایا کہ جب امثال اورحکم نقلی لوگوں کے کلام میں جگہ پاتے ہیں،تو وہ اسے بگاڑ دیتے ہیں،اوراس کی حکمت سے تغافل برتتے ہیں،وہ اور اس کا شاگرد بادشاہ کے اس مطالبہ پرغوروفکر کرنے لگے،ان کی عقل نے انھیں یہ رہنمائی کی کہ ان کا کلام دوجانوروں کی زبان میں ہو،جانوروں کی گفتگو کو وہ کھیل کود اورتفریح طبع ،مزاح ومذاق کی جگہ رکھیں،خودان دونوں کی گفتگوحکمت ہو،حکیم اور دانشور اس کتاب میں حکمت پرتوجہ دیں، جانوروں اورمزاح ومذاق کوچھوڑ دیں،اور یہ سمجھ لیں کہ اس کتاب کی ترتیب کامقصودبھی یہی ہے،اورعوام اس کتاب کی جانب دوجانوروں کی باہم گفتگو سے متعجب ہوکرمتوجہ ہوں،اوران کواس کتاب کے بارے میں کوئی شک نہ ہو، اوروہ اسے تفریح طبع کا ذریعہ بنالیں، گفتگو کی حقیقت کو نہ سمجھ پائیں اور کتاب کی تالیف

وترتیب کے مقصد سے بھی واقف نہ ہوں؛ چونکہ باب اول میں فلسفی کی غرض یہ ہے کہ وہ یہ بتلانا چاہتا ہے کہ بھائیوں کے مابین چغلخوروں سے محفوظ رہنے سے ان کے مابین محبت ومودت کیسے برقرار رہتی ہے، تاکہ اس کا نفع خود اسے حاصل ہو، بیدبا اور اس کا شاگرد مسلسل چھوٹی کوٹھری میں رہے؛ یہاں تک کہ ایک سال کی مدت میں کتاب کی ترتیب کا کام پورا ہوگیا، جب ایک سال مکمل ہو چکا تو بادشاہ نے وقت موعود کے آجانے کی اسے اطلاع دی، کہ اس نے کیا کیا ہے؟ بیدبا نے اس کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ: میں بادشاہ کے وعدے پر برقرار ہوں، اہل سلطنت کو جمع کرنے کے بعد مجھے کتاب کے لے آنے کا حکم دیں؛ تاکہ میں ان سب کی موجودگی میں یہ کتاب پڑھ کر سناؤں، جب پیغام رساں بادشاہ کے پاس پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا، ایک دن تمام اہل سلطنت جمع کرنے کا وعدہ کیا، پھر اس نے ہندوستان کے دور دراز شہروں میں یہ پیغام بھیجا کہ لوگ کتاب کے پڑھنے کے وقت حاضر ہوں، اس متعین دن کے آنے پر بادشاہ نے بیدبا کے لئے اپنی طرح تخت آرائی کا حکم دیا، بادشاہ کی اولاد اور دیگر علماء کے لئے بھی کرسیاں نصب کرنے کے احکام جاری کئے، پھر کتاب کو لے آنے کا حکم جاری کیا، جب قاصد آیا تو بیدبا کھڑا ہوگیا اور اپنے وہ خاص کپڑے زیب تن کئے جسے وہ بادشاہوں کے پاس جانے کے وقت پہنتا ہے یعنی کالے بالوں کے بنے ہوئے کپڑے پہن لئے، شاگرد نے کتاب اٹھائی، جب یہ بادشاہ کے یہاں پہونچا تو پوری مخلوق امنڈ پڑی، بادشاہ بھی شکر گذاری کے طور پر اٹھ کھڑا ہوا، جب یہ بادشاہ کے قریب پہونچا تو اس کے سامنے جھک کر سجدۂ تعظیمی بجالایا، اور اپنے سر کو اٹھایا نہیں، اس سے بادشاہ نے کہا: بیدبا! اپنا سر اٹھاؤ، یہ دن تو خوشی ومسرت اور شادمانی کا دن ہے، اور اسے بیٹھ جانے کا حکم دیا، جس وقت وہ کتاب پڑھنے کے لئے بیٹھ گیا تو بادشاہ نے اس سے کتاب کے ہر باب کے متعلق دریافت کیا، اور ہر باب کے متعلق اس کی مراد بھی معلوم کی، بیدبا نے ہر باب کے متعلق اپنے مقصد کو بتلایا، بادشاہ کے حیرت واستعجاب اور مسرت وخوشی میں اور اضافہ ہوگیا، بادشاہ نے اس سے کہا: بیدبا تم نے میری سونچ سے بالکل تجاوز نہیں کیا ہے، یہی میں تم سے چاہتا تھا، جو

چاہوتم مطالبہ کرو،اور جو چاہے حکم کرو، بیدبا نے بادشاہ کو نیک بختی اور مزید سعی وعمل کی دعا دی ،اور کہا: بادشاہ سلامت! رہا مال تو مجھے اس کی ضرورت ہی نہیں ہے، رہے کپڑے تو میں اپنے اس لباس پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتا، بادشاہ نے کہا: بیدبا تمہاری کیا ضرورت ہے،تمہاری ہر ضرورت ہماری جانب سے پوری کی جائے گی، اس نے کہا: بادشاہ سلامت میری کتاب کو بھی ایسے ہی قلمبند کرنے کا حکم دیں، جیسا کہ ان کے آباء واجداد کی کتابیں مدوّن شکل میں موجود ہیں، اور اس کی سخت حفاظت ونگہبانی کا حکم دیں، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ کتاب ملک ہندوستان سے باہر چلی جائے ،اہل فارس اس کتاب کے معلوم ہونے پر اسے حاصل کرلیں، بادشاہ یہ حکم دیں کہ یہ کتاب بیت الحکمت سے باہر نہ نکالی جائے ، پھر بادشاہ نے اس کے شاگردوں کو بلا کر انھیں انعام دیئے، پھر جب کسریٰ نوشرواں تخت نشیں ہوا تو اسے کتاب کے متعلق معلومات ہوئیں، اور وہ کتابوں، علم ادب اور گذشتہ تاریخ کی چھان بین سے کافی دلچسپی رکھتا تھا، اسے اس وقت تک سکون اور قرار حاصل نہیں ہوا جب تک اس نے برزویہ حکیم کو بھیج کر اس کتاب کو ملک ہند سے نکال نہ لایا اور اسے فارس کے خزانوں میں محفوظ نہ کردیا۔

برزویہ کی ملک ہندروانگی

حمد وصلوٰۃ کے بعد: اللہ عزوجل نے مخلوق کو اپنی رحمت سے وجود بخشا، اپنے بندوں پر فضل واحسان فرمایا، انھیں دنیا میں اللہ عزوجل نے ایسی قدرت دی ہے کہ جس سے وہ معاشی اصلاح کا کام انجام دیتے ہیں، اور جس سے وہ اپنی ارواح کو عذابِ آخرت سے بچانے کی راہوں کو جانتے ہیں، اللہ عزوجل نے انسان پر جو سب سے بڑا فضل واحسان کیا ہے یہ وہ عقل ہے جو تمام چیزوں کی جڑ ہے، دنیا میں کوئی شخص بھی اس عقل کے بغیر نہ اپنی معیشت کو درست کرسکتا ہے، نہ کسی قسم کا کوئی نفع حاصل کرسکتا ہے، اور نہ کسی نقصان کا دفاع کرسکتا ہے، ایسے ہی آخرت کا طالب، عملی کوشش کے ذریعے اپنی روح کو نجات دلانے کا خواہاں شخص، بغیر عقل کے اپنی عملی کوشش کو مکمل نہیں کرسکتا، جو کہ ہر بھلائی کا ذریعہ اور ہر نیک بختی کی کنجی ہے، کوئی بھی شخص عقل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، عقل اور دانائی یہ ادب اور تجربات کی کمائی ہے، یہ انسان میں پوشیدہ ایسی حقیقت ہے، جیسے پتھر میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے، جس کی روشنی اس وقت تک نہ دکھائی دیتی ہے اور نہ نمایاں ہوتی ہے جب تک کوئی انسان اس میں رگڑ پیدا نہیں کرتا، جب چقماق کے ذریعے اس میں رگڑ پیدا کی جاتی ہے تو وہ اپنی طبیعت اور حقیقت ظاہر کرتی ہے، ایسے ہی عقل یہ انسان میں پوشیدہ ایک حقیقت ہے علم وادب اس کو نمایاں کرتے ہیں، اس سے قبل وہ پوشیدہ رہتی ہے، پھر تجربات زمانہ اس کی قوت وصلاحیت کو بڑھا دیتے ہیں، جسے عقل کی نعمت سے نوازا جاتا ہے، اس کو اس کی عطا اور بخشش کی جاتی ہے، اور اسے علم وادب کے ذریعے اس کی فطری سچائی کو اُجاگر کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے، تو وہ شخص اپنی سوئی قسمت کو جگانے میں کوشاں ہوتا ہے، دنیا میں اپنی امیدوں وآرزوؤں کو پالیتا ہے اور آخرت میں نیکوکاروں کے اجر کا مستحق ہوتا ہے، اللہ

عزوجل نے نیک بخت بادشاہ انوشرواں کو عقلی تفوق ،علمی برتری ،صحیح معرفت وپہچان اوردرست کاموں کوانجام دینے ،اصول وفروع میں نفع بخش چیزوں کی تلاش کی توفیق دی ہے،مختلف علوم وفنون ،فلسفہ اورعلوم عقلیہ میں وہ مقام اوررتبہ عطا کیا ہے کہ اس سے قبل کسی بادشاہ کو یہ رتبہ اور مقام حاصل نہیں ہوسکا ،اس کی اس علمی تلاش وجستجو نے اسے ہندوستانی کتاب کی اطلاع بہم پہنچائی کہ وہ: ہرادب کی اصل ،ہرعلم کی بنیاد ،ہرمنفعت کی رہنما،عمل آخرت کی کنجی اوراس کی ہولناکیوں اورسختیوں کی پہچان عطا کرنے والی ہے،بادشاہ نے اپنے وزیر ''بزرجمہر'' کواپنے اہل سلطنت میں سے ایک ایسے ادیب اور دانا شخص کوتلاش کرنے کے لئے کہا جوفارسی اور ہندوستانی زبان پر یکساں عبور رکھتا ہو،جوعلم کالالچی ،اس کی طلب وجستجو کا جویاں ،ادب کے استعمال اورفلسفی کتابوں کی کھوج کا کوشاں ہو،چنانچہ وزیر ایک ایسے ادیب کولے آیا جوعقل وسمجھ اورعلم وادب میں کامل پیشہ ءطب میں شہرت یافتہ اور فارسی وہندی کا یکساں شناور تھا،جس کا نام برزویہ تھا،یہ شخص بادشاہ کے یہاں پہنچا تو اس کے سامنے جھک کرسجدۂ تعظیمی بجالایا،بادشاہ نے اس سے کہا:برزویہ! میں نے تمہارے علم وفضل،عقل وفہم اورطلب علم میں تمہاری دلچسپی ولگاؤ کی جواطلاع مجھے ملی ہےاس کی وجہ سے میں نے تمہاراانتخاب کیاہے، مجھے ہندوستان کے خزانے میں موجودایک کتاب کے بارے میں معلوم ہواہے، پھر بادشاہ نے اسے اس کتاب کی روداد سنائی ،اوراس سے یہ کہا کہ : تیاری کرلو؛چونکہ تمہیں ملک ہند جانا ہے اپنی عقل ودانائی ،حسن ادب واخلاق اور پختہ رائے کی مدد سے اس کتاب کو وہاں کے خزانے اور علماء سے حاصل کرلو،اس سے خود بھی مستفید ہواورہمیں بھی اس سے استفادہ کے مواقع فراہم کرو،اس کے علاوہ دیگر ہندوستانی کتابیں،جوہمارے ہمارے خزانے میں موجودنہیں ہیں،اگرہوسکےتواسے اپنے ساتھ لے آؤ،اپنے احتیاج وضرورت کے بقدراپنے ساتھ مال لےلو،اس کے واسطے عجلت سے کام لو،علم کے حصول میں کس قدرکیوں نہ خرچ کرنا پڑے،کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا؛چونکہ جوکچھ میرےخزانے میں موجودہے،طلبِ علم کی راہ میں تمہارے لئے قربان ہے، پھر بادشاہ نے نجومیوں کوبلانے کے لئے کہا:انہوں نے اس کے یہاں سے کوچ کرنے کے لئے بہترین

دن اوراس کے سفر کے لئے مناسب گھڑی کا تعین کیا،اس نے اپنے ساتھ بیس تھیلے مال لئے، اس میں سے ہر تھیلے میں دس ہزار دینا تھے برزویہ جب ملک ہند آیا تو بادشاہ کی چوکھٹ اورعوام کی بیٹھکوں کے چکر کاٹے ،بادشاہ کے خواص ،صاحبِ رتبہ لوگوں،علماء اورفلاسفروں کے بارے میں دریافت کیا،ان کے گھروں پرآمدورفت شروع کی ان سے سلام وکلام کرنے لگا،ان کو یہ بتاتے رہا کہ وہ ایک اجنبی شخص ہے: جوعلم وادب کی تلاش وجستجو میں اپنے ملک سے یہاں آیا ہے،اس بارے میں وہ ان کی مددواعانت کا محتاج ہے،وہ اسی طرح ایک لمبی مدت تک وہاں اقامت پذیر رہا،اس دوران وہ علماء ہند سے علم وادب حاصل کرتا رہا؛ حالانکہ وہ ان تمام چیزوں کا خود عالم تھا،وہ اس دوران اپنے مطلب ومقصدکو پوشیدہ رکھتا رہا،اس نے اپنے اس طویل قیام کے دوران بہت سارے دوست بنالئے ،جن میں شرفائ،علمائ،فلاسفر،عوامی لوگ اور ہر پیشہ وصنعت سے تعلق رکھنے والے شامل تھے،ان تمام دوستوں میں سے ایک شخص کواس نے رازداری اورمشاورت کے لئے منتخب کیا،جس کے بارے میں فضل وادب، سچی محبت ومودت اور بھائی چارگی کا اندازہ اسے ہوا تھا، یہ اس سے تمام امور میں مشاورت کرتا اوراہم معاملات میں اس سے دلی اطمینان حاصل کرتا؛لیکن وہ جس کام کے لئے آیا تھا،اس سے چھپاتا رہا،وہ اس کی جانچ پڑتال اور ہرطرح سے اسے آزماتا رہا کہ کیا اسے اپنے راز سے مطلع کیا جاسکتا ہے؟ایک دن اس سے ،جس وقت وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہا: بھائی!میں نے جس قدر اپنے معاملے کو چھپا رکھا ہے،اب میں اس سے زیادہ اسے چھپانا نہیں چاہتا،دیکھومیں یہاں کسی کام سے آیا ہوں ،وہ میرا کام میری ظاہری حالت سے مختلف ہے،عقل مند شخص محض آدمی کے نگاہوں کے آثارونشانات سے اس کے دلی راز اور مخفی امور پر مطلع ہوجاتا ہے، ہندوستانی نے کہا: اگرچہ میں تمہارے سامنے تمہارے یہاں آمد کے مقصد اورارادہ کو ظاہر نہیں کروں گا،تمہاری یہ حالت مجھ پر پوشیدہ نہیں تھی کہ تم اپنے مقصود ومطلوب کو پوشیدہ رکھ کر دوسرے قسم کا مظاہرہ کررہے ہو،لیکن تمہارے ساتھ بھائی چارہ اوراخوت میں میری دلچسپی اورلگاؤ نے مجھے اس بارے میں تمہارا سامنا کرنے سے روکے رکھا؛ حالانکہ تمہاری مخفی اور پوشیدہ حالت مجھ پر

نمایاں ہوچکی تھی، لیکن جب تم نے اسے ظاہر کردیا ہے اوراس کی وضاحت کردی ہے اوراس بارے میں گفتگو شروع کردی ہے تو میں تمھیں تمہاری دلی ارادہ سے واقف کراؤں گا، اورتمہارے راز کا افشا کروں گا، اورتمھیں تمہاری یہاں آمد کی غرض بتلاؤں گا، تم ہمارے ملک اس لئے آئے ہو کہ تم ہمارے قیمتی خزانے پر ہاتھ صاف کرو اوراسے تم اپنے ملک لے جاؤ اوراپنے بادشاہ کو خوش کرو، تمہاری یہاں یہ آمد دھوکہ دہی اور مکروفریب کے انداز میں ہے ؛لیکن میں ضرورت کے تلاش میں تمہارے اس صبر واستقامت کو دیکھا اور ہمارے درمیان اس طویل مدت قیام کے باوجود تم سے کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہوسکی کہ جس سے تمہارے راز اورتمہارے اس کا زپر مطلع ہو یا جاسکے، تو اس سے تمہاری اخوت ومحبت میں دلچسپی اور تمہاری عقلمندی پر میرا اعتبار اور بڑھ گیا؛ چونکہ میں نے کسی ایسے آدمی کو نہیں دیکھا ہے جو تم سے زیادہ محتاط، مؤدب اور طلب علم پر صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنے والا، اوراپنے راز کو پوشیدہ رکھنے والا ہو، خصوصاً اجنبی مما لک میں، اور دوسری سلطنت میں کہ وہ جہاں کے لوگوں کے طور وطریق سے بھی واقفیت نہیں رکھتا، آدمی کی عقلمندی ودانائی کا اندازہ آٹھ چیزوں سے لگایا جاسکتا ہے {۱} ایک :تو نرم مزاجی {۲} دوسرے: یہ کہ آدمی اپنے مقام کو پہچانے اوراس کا پاس ولحاظ رکھے {۳} تیسرے: بادشاہ کی اطاعت اوراس کی پسند کی تلاش {۴} چوتھے: اپنے راز کے اظہار کی جگہ کی معرفت اوراس سے اپنے دوست کو کیسے مطلع کرے، اس کی جان کاری {۵} پانچویں: وہ اپنے بادشاہوں کے یہاں ادیب اورچرب زبان ہو {۶} چھٹویں: یہ کہ وہ اپنے اور دوسرے کے راز کو پوشیدہ رکھے {۷} ساتویں: وہ اپنے زبان پر قابو رکھتا ہو، ایسی گفتگو کرے جس کے عواقب ونتائج سے وہ مامون ہو، {۸} آٹھویں: اگر وہ کسی مجلس میں ہو تو محض سوال کا جواب دے، جس میں یہ عادتیں ہوتیں ہیں وہی اپنے لئے بھلائی کو لے آنے والا ہوتا ہے، یہ تمام اوصاف تم میں موجود ہیں اور میں نے تم میں یہ چیزیں دیکھی ہیں، اللہ عزوجل تمہاری حفاظت کرے، جس مقصد کے تحت تم آئے ہو، اس میں تمہاری مدد کرے، اگر چہ تمہاری میرے ساتھ دوستی کی وجہ مجھ سے میرے خزانے، میرے مایۂ افتخار اور میرے علم کو چھیننے ہی کے لئے ہے ؛لیکن وہ

اس لائق ہے کہ اس سے تم اپنی ضرورت پوری کرلو، اپنے مقصود کو پالو، اور مطلوب کو حاصل کرلو، برزویہ نے اس سے کہا: میں نے بہت سارا کلام تیار کیا تھا، اور اس کے لئے شاخ درشاخ راہیں بنائی تھیں اور اس کے لئے بہت سارے اصول اور طریقے ایجاد کئے تھے، جب میں گفتگو کے اُس مرحلے تک پہنچا جہاں تم نے میرے مقصد اور میرے آمد کی وجہ پر اطلاع کی خبر دی، اور میری بات پر توجہ اور دلچسپی کا اظہار کیا تو میں نے تمہارے ساتھ مختصر کلام پر اکتفا کیا، تم نے میرے عظیم مقصد کو تھوڑے سے کلام سے جان لیا، تو میں نے تمہارے ساتھ گفتگو میں اختصار سے کام لیا، اور میں نے میری ضرورت کے بارے میں تمہاری مدد کو دیکھا تو مجھے اس سے تمہارے احسان واکرام اور وفاداری کا پتہ چلا؛ چونکہ جب فلاسفر اور دانا شخص سے گفتگو کی جاتی ہے اور دانا اور ذہین شخص سے راز کا افشاء کیا جاتا ہے تو وہ اس کو محفوظ رکھتا ہے اور اسے اپنے ساتھی کے منتہائے امید تک پہنچا دیتا ہے، جیسے کسی قیمتی چیز کی مضبوط قلعوں میں حفاظت کی جاتی ہے۔

ہندوستانی نے اس سے کہا: محبت اور مؤدت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، جس کی محبت واخوت خالص ہوتی ہے تو وہ اس لائق ہوتا ہے کہ آدمی اسے اپنا راز دار بنالے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھے؛ چونکہ راز کی حفاظت یہ اصل ادب ہے، جب راز امانت دار حفاظت کرنے والے کے پاس ہوتا ہے تو وہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے، جب کہ بہتر یہی ہوتا ہے کہ اس بارے میں بات ہی نہ کی جائے، وہ راز ہی نہیں ہوتا ہے جس کو دو شخصوں نے جان لیا اور اس کے بارے میں تبادلۂ خیال کرلیا ہو، جب دو شخص کسی راز کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو ضرور ان دونوں میں کا ایک تیسرا بھی ہوتا ہے، جب یہ راز تین اشخاص کے پاس پہنچ گیا تو وہ عام اور تام ہوگیا، اب نہ صاحب راز اس کا انکار کرسکتا ہے اور نہ اس کی مخالفت کرسکتا ہے، بادل کے مانند: اگر وہ آسمان میں منتشر ہو اور کوئی یہ کہے، یہ بادل منتشر ہے تو کوئی شخص اس کو جھٹلا نہیں سکتا، مجھے تمہاری محبت ودوستی کی وجہ سے اس قدر خوشی ہورہی ہے کہ جس کے برابر کوئی چیز نہیں، یہی چیز مجھے یہ بتلانے پر مجبور کررہی ہے کہ یہ وہ راز ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا، یہ برابر ذائع وشائع ہو کررہے

گا، یہاں تک کے لوگوں میں اس کے بارے میں چرچا ہونے لگے گا، اگر اس بات کا افشا ء ہوجائے تو تم نے مجھے ایسے ہلاک کرڈالا کہ بے شمار مال ودولت بھی اس کا بدل نہیں ہوسکتے : چونکہ ہمارا بادشاہ بہت سخت اور درشت مزاج ہے، چھوٹی سی غلطی پر بہت بڑی سزا دیتا ہے، اس جیسی بڑی غلطی کا کیا حال ہوگا! میرے اور تمہارے درمیان کی دوستی نے مجھے تمہاری ضرورت میں مدد کرنے پر ابھارا ہے؛ لیکن اس کی سزا سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا، برزویہ نے کہا: علماء نے اس دوست کی تعریف کی ہے جو اپنے دوست کے راز کو چھپائے رکھے اور کامیابی کے لئے اس کی مدد کرے، جس کام کے لئے میں آیا ہوں اس سلسلے کا ذخیرہ ہے، میں تم سے وہاں تک پہنچنے کی امید کرتا ہوں، مجھے تمہاری شرافت طبع اور زودفہمی پر اعتماد ہے، مجھے پتہ ہے کہ تم مجھ پر اس بات کے افشاء کرنے کا خوف واندیشہ نہ کروگے؛ بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ تمہارے اقرباء اور رشتے دار جن کا تمہارے اور بادشاہ کے پاس آنا جانا ہوتا ہے، تمہارے بارے میں بادشاہ سے شکایت کردیں، مجھے تو یہ امید ہے کہ اس سلسلے کی کوئی چیز پھیل نہ سکے گی؛ چونکہ میں مسافر ہوں اور تم مقیم ہو اور ہم اپنے اس معاملے میں کسی تیسرے کو ثالث نہ بنائیں گے، ان دونوں نے اس بارے میں عہدو پیماں کیا، وہ ہندوستانی شخص بادشاہ کا خزانچی تھا اور اسی کے پاس خزانے کی کنجیاں تھیں، اس نے یہ اور دیگر کتابیں اسے پہنچادیں، برزویہ اس کی تفسیر اور اسے ہندوستانی زبان سے فارسی میں منتقل کرنے میں لگا رہا، جس کے لئے اسے اپنے آپ کو مشقت اور تکلیف میں ڈالنا پڑا، اور رات دن جاگتا رہا، اس کے باوجود وہ ہندوستانی بادشاہ سے خوف زدہ بھی تھا؛ کہ کسی وقت بادشاہ کتاب کا ذکر کرے اور اسے اپنے خزانے میں نہ پائے، جب وہ اس کتاب اور اس کے علاوہ دیگر دوسری کتابوں کی نقل سے فارغ ہوگیا، تو انوشرواں کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر بھیجا، جب بادشاہ کے پاس یہ خط پہنچا تو وہ بے انتہا خوش ہوا، پھر اسے یہ اندیشہ ہوا کہ تقدیری فیصلے کے تحت کہیں اس کی یہ خوشی کافور نہ ہوجائے، اس نے برزویہ کے پاس جلد از جلد پہنچنے کے لئے خط لکھا۔

پھر برزویہ کسریٰ کا رخ کرتے ہوئے وہاں سے نکل پڑا، جب بادشاہ نے اس کے

مصائب وتکالیف اور پریشانیوں کو دیکھا تو اس سے کہا: اے وہ خیر خواہ بندے جو اپنے بوئے ہوئے درخت کے پھل کھائے گا، تیرے لئے خوشخبری ہو اور تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، میں تیری تعظیم وتکریم کروں گا اور تجھے بلند رتبے پر فائز کروں گا، اسے سات دن تک آرام کر لینے کو کہا، آٹھویں دن بادشاہ نے تمام امراء وعلماء کو اکٹھے ہونے کا حکم دیا، جب یہ اکٹھا ہو گئے تو برزویہ کو کتاب لے آنے کے لئے کہا، اس نے اہل سلطنت کی موجودگی میں اسے کھول کر پڑھا، جب ان لوگوں نے اس کتاب میں موجود علم کو سنا تو بے انتہا خوش ہوئے ،اللہ کی اس توفیق پر شکریہ ادا کیا، انہوں نے برزویہ کی بہت زیادہ تعریف کی، بادشاہ نے برزویہ کے واسطے موتی، زبرجد، یاقوت، سونے اور چاندی کے خزانے کھول دینے کے لئے کہا، اور اسے جو چاہے خزانے میں سے مال اور کپڑے لینے کا حکم دیا اور کہا: برزویہ! تم میرے ہی جیسے تخت پر بیٹھو گے، تاج پہنو گے اور شرفاء وباعزت لوگوں کے سردار بنو گے، برزویہ بادشاہ کے سامنے سجدۂ تعظیمی بجالایا اور اسے دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کو دنیا وآخرت دونوں کی عزت سے نوازے اور میری جانب سے اسے بہترین بدل عطا کرے، الحمد اللہ مجھے اللہ عزوجل نے اس نیک بخت اور عظیم سلطنت کے مالک بادشاہ کے ہاتھوں جو کچھ دیا ہے، اس نے مجھے بے نیاز کر دیا ہے، مجھے مال کی تو کوئی ضرورت نہیں؛ لیکن جب بادشاہ نے مجھے (لینے) کا مکلف بنایا ہے اور اس میں اس کی خوشی بھی ہے، تو میں خزانے کے پاس چلاتا ہوں، اس کی خوشی کو حاصل کرنے اور اس کے حکم کو پورا کرنے کے لئے کچھ لے لیتا ہوں، پھر وہ کپڑوں کی تجوری کے پاس گیا اور وہاں سے خراسان کے بادشاہوں کے کپڑوں کی ایک پیٹی لی، جب برزویہ نے اپنے پسند کے کپڑے لے لئے تو کہا تو اس نے کہا: اللہ عزوجل بادشاہ کو عزت سے نوازے اور اس کی عمر کو دراز کرے، جب انسان پر احسان کیا جاتا ہے تو اس کا شکر وامتنان بجالانا بھی ضروری ہے؛ اگر چہ میں نے بادشاہ کو تکلیف دی ہے؛ لیکن اس میں بادشاہ کی رضا اور خوشنودی ہے۔

بہرحال میں نے جو مشقت اور تکلیف برداشت کی ہے، اس وجہ سے کہ میں جانتا تھا کہ اس میں اے سلطنت والو! تمہاری ہی شرافت اور عزت ہے، میں ہمیشہ ہی تمہاری

رضا اور خوشنودی کا طالب رہا ہوں، تمہاری رضا اور خوشنودی میں تنگی آسانی سے، مشقت آرام سے اور تکالیف لذت وسرور سے بدل جاتے ہیں؛ چونکہ میں جانتا ہوں اس میں تمہاری رضا اور خوشنودی ہے؛ لیکن بادشاہ سلامت! میری ایک ضرورت ہے جس میں آپ میری مدد کریں گے اور اس بارے میں میرے مطلب کو پورا کریں گے، میری ضرورت بالکل چھوٹی سی ہے ؛ لیکن اس کی تکمیل میں بے انتہاء فائدہ ہے، انوشرواں نے کہا: کہو تمہاری ضرورت ہماری جانب سے پوری کی جائیگی ؛ چونکہ تمہارا رتبہ ہمارے یہاں بہت بڑا ہے، اگر تم ہماری سلطنت میں شراکت داری کو طلب کروگے تو ہم یہ بھی کر سکتے ہیں، تمہاری اس خواہش کو ہم رد نہیں کریں گے، اس کے علاوہ دیگر ضروریات کا کیا پوچھنا! کہو شرماؤ نہیں، ہر چیز تمہارے واسطے قربان ہے، برزویہ نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ کی رضا وخوشنودی میں پہنچی ہوئی میری تکالیف اور پریشانیوں پر نگاہ نہ کیجئے، میں تو آپ غلام ہوں، آپ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان کا قربان کرنا بھی میرے لئے ضروری ہے، آپ مجھے بدلہ نہ بھی دیں تو یہ میرے پاس کوئی بڑی چیز نہ ہوگی اور نہ یہ کوئی بادشاہ پر لازمی امر ہوگا، آپ کا یہ کرم یہ احسان اور عظیم رتبہ ہے کہ آپ نے مجھے بدلہ دینے کا ارادہ کیا، مجھے اور میرے اہل وعیال کو بلندیٔ مرتبت پر فائز کرنے کے لئے چنا، اگر بادشاہ سلامت دنیا اور آخرت کے ہر اعزاز اور اکرام کے دینے پر قادر ہوتے تو اس بھی نواز دیتے، اللہ عزوجل بادشاہ کو ہماری جانب سے بہترین صلہ دے، انوشرواں نے کہا: تمہاری ضرورت کا ذکر کرو، تمہاری خوشی میرا حق ہے، برزویہ نے کہا: بادشاہ سلامت! اللہ اس کے رتبے کو مزید بلند وبالا کرے میرے ضرورت یہ ہے کہ آپ اپنے وزیر بزرجمہر کو یہ حکم دیں اور اس سے یہ قسم لیں کہ وہ اپنے قوائے فکر وعمل اور اپنی علمی لیاقت کو استعمال کرے، اپنی طاقت وقوت کو جھونک دے اور ایک نہایت ہی مضبوط اور اعلیٰ کلام کی تیاری میں اپنے دل ودماغ کو فارغ کردے، اور اسے ایک باب کی شکل دے، جس میں میرے اور میرے احوال کا ذکر کرے، اور اس میں جس قدر ہوسکے مبالغہ آرائی سے کام لے، اور اس سے یہ کہیں کہ جب وہ اس تحریر سے فارغ ہوجائے تو اس کو کتاب کے ابتدائی حصے میں شامل کردے، جسے شیر

اور بیل سے متعلق باب سے پہلے پڑھا جائے، اگر بادشاہ ایسا کرتے ہیں تو انہوں نے مجھے اور میرے اہل وعیال کو نہایت بلند وبالا مقام ومرتبے پر فائز کیا، بادشاہ کا یہ انعام ہمارے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہ جائیگا، جہاں کہیں بھی یہ کتاب پڑھی جائے۔

جب کسریٰ انوشرواں نے اس کی بات سنی، اپنے نام کو برقرار رکھنے کی چاہت کے بارے میں اس کی دلی خواہش کو دیکھا، تو انہوں نے اس کے اس مطالبے اور خواہش کو اچھا باور کیا، کسریٰ نے کہا: تمہارے لئے ہی محبت واعزاز ہے، تم اس لائق ہو کہ تمہاری ضرورت پوری کردی جائے، جس چیز پر تم راضی ہوگئے ہو وہ تو بالکل معمولی اور ہمارے پاس بالکل آسان ہے؛ اگرچہ وہ تمہارے یہاں بلندی وشرافت کی چیز ہے، پھر انوشرواں اپنے وزیر بزرجمہر کی جانب متوجہ ہوکر کہا: تم کو برزویہ کی ہم سے کی ہوئی وصیت، اس کے ہمارے مقرب بنانے والے مصائب ومتاعب اور ہماری خوشی میں اپنے آپ کو مشقت وتکلیف میں مبتلا کرنے کا علم ہوا، جو بھلائی وہ ہمارے پاس لے کر آیا ہے اور جو اللہ عزوجل نے اس کے ہاتھوں حکمت وادب کا قابلِ فخر اور زندہ جاوید تحفہ ہم کو دیا ہے، اسے بھی تم جانتے ہو، اور اس کے اس کارنامے پر بطورِ انعام کے جو خزانے ہم نے اس پر پیش کیے تھے، ان میں سے کسی چیز کی جانب اس کا طبعی میلان نہ ہوسکا، اس کی مراد اور ہم سے اس کی خواہش نہایت ہی معمولی ہے، جسے وہ ہمارے جانب سے اپنے لئے بدلہ اور نہایت ہی اعزاز واکرام کی چیز سمجھتا ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس بارے کچھ کہو اور اس کی حالت وضرورت میں اس کی مدد کرو، یہ بھی جان لو کہ اس میں میری خوشی ہے، اس بارے میں محنت وکوشش کے کسی سرے کو نہ چھوڑو، گرچہ تمہیں اس میں کس قدر مشقت اٹھانی کیوں نہ پڑے، وہ یہ ہے کہ: تم کتاب کے ان ابواب سے مشابہ ایک باب لکھو، جس میں برزویہ کے فضائل ومناقب کا ذکر کرو، کہ اس کی ابتدائی حالت کیا تھی، اس کے حسب ونسب اور اس کے صنعت وپیشہ کا بھی ذکر کرو، مزید اس کا ہماری ضرورت کے لئے ہندوستان جانے اور اس کے ذریعے ملک ہند سے جو تحفہ ہمیں ملا اور دوسروں کے مقابل ہم نے اسے جو مقام ومرتبہ دیا، وہاں برزویہ کے احوال اور ہندوستان سے اس کی آمد کا ذکر ہو، تم اس کی

تعریف ومدحت میں جس قدر بھی طولِ کلام اور مبالغہ آرائی سے کام لے سکتے ہو، کرو، اس کام میں اس قدر کوشش کرو کہ برزویہ اور اہل مملکت خوش ہوجائیں، میری اور تمام اہل سلطنت کی طرف سے اور تمہارے علم کی محبت کی وجہ سے برزویہ اس کا لائق ہے، کوشش یہ کرو کہ عوام وخواص کے یہاں برزویہ سے منسوب کتاب کا مقصد ان دیگر ابواب سے بڑھ کر ہو اور اس کو اس علم کے احوال سے زیادہ مناسبت ہو، اور اسے پہلا باب بناؤ، جب تم کام کر چکو اور اسے اس کتاب کے حصے میں شامل کر لو تو مجھے اطلاع دو؛ تاکہ میں اہل سلطنت کو بلا کر اسے ان کے سامنے پڑھاؤں، جس سے تمہارے مقام ومرتبہ اور ہماری محبت میں تمہاری کوشش وجدوجہد کا پتہ چلے، اور یہ تمہارے اعزاز کی چیز ہوجائے، برزرجمہر نے بادشاہ کی یہ گفتگو سنی تو سجدے میں گر گیا اور کہا: اللہ آپ کی سلطنت کو دوام بخشے اور دنیا وآخرت میں آپ کو نیکوکاروں کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچائے، آپ نے مجھے اس کے ذریعے دائمی اور ابدی شرف بخشا، اس نے برزویہ کے اس دن سے جس دن اس کے والد نے اسے معلم کے پاس بھیجا تھا اور اس کے اصول ادبیات کی تلاش میں ہندوستان کے سفر کی روداد، کیسے اس نے ان کی تحریر اور زبان کو سیکھا تھا، پھر انوشرواں کا اس کو کتاب کی تلاش میں ہندوستان بھیجنا، تمام احوال بیان کیے، اس نے برزویہ کے فضائل ومناقب ، اس کی عقل ودانائی، اس کے اخلاق وادب اور اس کے مذہب ومسلک سے متعلق ہر چیز کو نہایت ترتیب وتنسیق اور شرح وبسط کے ساتھ لکھا، بادشاہ کو اپنے کام سے فراغت کی اطلاع دی، انوشرواں نے اپنے قوم کے معزز لوگوں اور اہل سلطنت کو اکٹھا کیا، اور بزرجمہر کو کتاب پڑھنے کے لئے کہا، بادشاہ بزرجمہر کے اس علم وحکمت سے بے انتہا خوش ہوا، اسے بھی بے شمار مال ودولت، کپڑے، زیورات اور برتن دینے کا حکم دیا، پھر برزویہ نے اس کا شکریہ ادا کیا، اس کے سر اور ہاتھ کا بوسہ لیا اور پھر برزویہ بادشاہ کے جانب متوجہ ہو کر کہا: اللہ عزوجل آپ کی سلطنت اور نیک بختی کو تادیر قائم رکھے، آپ نے بزرجمہر کو مقدمۂ کتاب کو لکھنے کا حکم دے کر، میرے اس معاملے اور میرے ذکر کو دوام بخشا اور مجھے اور میرے اہل وعیال کو بہت بلند وبالا مقام پر پہنچایا۔

برزویہ اور بزرجمہر بن بختان کے قلم سے اس کتاب کا تعارف

فارس کے سب سے بڑے طبیب، جس نے اس کتاب کے نقل کرنے اور اسے ہندوستانی زبان سے منتقل کرنے کا کام کیا ہے (جس کا ذکر پہلے بھی گذر چکا ہے) کہتا ہے: میرے باپ مقاتلہ خاندان سے اور میری ماں زمامہ (یہ دونوں مجوسیوں کے دو معزز قبیلے ہیں) خاندان کی ایک معزز عورت تھیں، میری ابتدائی عمر نہایت آرام وسکون سے گذری، میں اپنے والدین کا سب سے پیارا اور معزز بیٹا تھا، میرے بھائیوں کے مقابلے میں وہ میرا زیادہ خیال رکھتے، جب میں سات سال کا ہوگیا تو انہوں نے مجھے ایک معلم کے حوالے کیا، جب میں لکھنے پڑھنے میں ماہر ہوگیا تو میں نے اپنے والدین شکریہ ادا کیا، پھر میں نے علوم کو دیکھا تو جس علم سے میں نے شروعات کی اور جس کا میں شوقین ہوا، وہ علم طب تھا؛ چونکہ میں اس کی فضیلت جانتا تھا، جب میں اس علم کی صحیح راہ پر چلتا رہا، تو اس بارے میں میرے حرص وشوق میں اضافہ ہوتا ہی رہا، جب میری طبیعت نے مریضوں کے علاج ومعالجہ کرنے کو چاہا، تو میں نے اپنی طبیعت کو اس بارے میں فیصل بنایا، پھر میں نے اسے ان چار چیزوں کے درمیان اختیار دیا، جس کو لوگ عموماً پیش نظر رکھتے ہیں، اسی میں دلچسپی لیتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کرتے ہیں، میں نے کہا تم اپنے کام سے ان چیزوں میں سے کس کی طالب ہو، اس میں سے کونسی چیز میرے لئے بہتر ہے کہ جس سے میں اپنے مطلب کو پا سکتا ہوں (مال، یا شہرت، لذات نفس یا آخرت؟) میں نے کتب طب میں دیکھا ہے کہ بہترین طبیب وڈاکٹر وہ ہوتا ہے جو اپنے پیشہ سے مکمل وابستہ رہے

،اوراس سے آخرت کا طالب ہو، میں نے بھی یہ چاہا کہ میں پیشہ طب کو آخرت کے لئے اپناؤں، کہیں میری حالت اس تاجر کے مانند نہ ہوجائے جس نے اپنے قیمتی یاقوت کو بے قیمت ٹھکرے کے بدلے بیچ دیا تھا، باوجود اس کے میں نے گذشتہ کتابوں میں یہ بھی پایا ہے کہ جو طبیب اپنے پیشۂ طب سے آخرت کا طالب ہوتا ہے، اس کے دنیا کے حصے میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی، اس کی مثال اس کسان کی سی ہوتی ہے جو کھیتی کے لئے اپنی زمین کو تیار کرتا ہے، نہ کہ گھانس کے لئے ؛لیکن پھر بھی اس میں رنگ برنگی گھانس عمدہ پھل کے ساتھ اُگ آتی ہے، میں نے مریضوں کا علاج صرف اجر آخرت کے طلب کے لئے شروع کر دیا، ایسا نہیں ہوتا ہے کہ میں کسی مریض کے لئے شفایابی کے لئے کوشش کرتا ہوں اور کسی کے لئے نہیں، ہاں البتہ میری یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے مرض میں کمی واقع ہوتو پھر میں اپنے اعتبار سے حتی المقدور اس کی دوادارو کی کوشش کرتا ہوں، جس کی میں طبی نگہداشت نہیں کر پاتا تو میں اسے اس کا علاج بتا دیتا ہوں اور اسے اپنے علاج کے لئے دوا دے دیتا ہوں، جس کے ساتھ میں یہ کرتا ہوں اس سے اجرت یا بدلہ کو طلب نہیں کرتا ،اور نہ اپنے کسی ہم پیشہ سے جو علم میں مجھ سے کمتر ہوتا ہے عزت وعظمت اور مال میں مجھ سے بڑا ہوتا ہے اس پر رشک کرتا ہوں، جب میرا نفس ان کے پاس آمدورفت کی خواہش کرتا ہے اوران جیسے گھروں کی تمنا کرتا ہے تو میں اس سے حجت شروع کر دیتا ہوں، میں اس سے کہتا ہوں: اے میرے نفس ! کیا تو نفع ونقصان کے بیچ فرق کو نہیں جانتا؟ کیا تو ایسی خواہش سے باز نہیں آتا جو اگر حاصل ہو بھی جائے تو اس کا نفع بہت معمولی ہوتا ہے، اوراس کی تھکاوٹ بے پناہ ہوتی ہے، اس پر بوجھ زیادہ آتا ہے، اس کے کھوجانے کے بعد اس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے، کیا تو اس دنیا کے گھر کے بعد والے انجام کو یاد نہیں کرتا؟ جو تجھ سے تیری حرص وخواہش کو بھلا دے گا، کیا تو اس فانی دنیا کی محبت میں فساق وفجار کے ساتھ شراکت سے شرم نہیں کرتا، جس کا کچھ بھی حصہ اگر کسی کے قبضے میں ہوتا ہے تو وہ اس کی مِلک نہیں ہوتا اور نہ اس کے پاس باقی رہنے والا ہوتا ہے، اس دنیا سے نادان اور دھوکہ کھانے والے ہی انس رکھتے ہیں، اے نفس! تو اپنے بارے میں غور کر لے اور

اس بے ہودہ پن سے باز آجا، یہ یادرکھ! یہ جسم آفات وبلیات کی آماجگاہ ہے، اور یہ گندے عناصر (خون، بلغم، صفراء اور سودائ) کا مجموعہ ہے، اسی پر زندگی کا دارومدار ہے، اور زندگی ختم ہوجانے والی ہے، اس مجسمہ کے مانند جس کے تمام اعضاء الگ کردیئے گئے ہوں، جب انہیں اکٹھا کر کے جوڑا جاتا ہے تو ایک کیل ہی ان میں ایک دوسرے کے درمیان جوڑ اور اجتماعیت کا پیدا کرنے کا کام کرتا ہے، پھر یہ جب کیل نکال لیا جاتا ہے تو یہ جوڑ الگ الگ ہوجاتے ہیں، اے نفس! اپنے دوستوں اور ہمجولیوں کی مصاحبت اور ہم نشینی سے دھوکہ نہ کھا اور نہ دوستی کی زیادہ تمنا کر، ان کی یہ دوستی جو خوشی اور مسرت کی باعث ہے، یہ بڑی بھاری چیز ہے اور اس کا انجام فراق اور جدائیگی ہے، جیسے وہ چمچا یا ڈونگا جو اپنے درست حالت میں سالن کی گرماہٹ (سے بچنے) کے لئے استعمال ہوتا ہے، جب ٹوٹ جاتا ہے تو ایندھن بن جاتا ہے، (بطور ایندھن کے استعمال ہوتا ہے) اے نفس! تیرے اہل وعیال اور تیرے اعزاء اور اقرباء اپنی قرابت ورشتے داری کے واسطے سے تجھے ہلاکت اور چیزوں کے اکٹھا کرنے پر نہ ابھاریں، تب تو تیری حالت اس عود اور لوبان کے مانند ہوجائیگی جو خود کو جلا کر دوسروں کو اپنی خوشبو فراہم کرتا ہے، اے نفس! تجھ سے آخرت کا معاملہ دور نہیں، تو تھوڑی سی اور حقیر سی چیز کو بعجلت حاصل کرنے کے لئے عاجلہ (دنیا) کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور معمولی قیمت کے بدلے بہت سارے سامان کو بیچ دیتا ہے (حقیر دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی آخرت کو داؤ پر لگا دیتا ہے) اس کی مثال اس تاجر کی سی ہے جس کے پاس گھر بھر کر صندل موجود ہو، وہ یوں سوچے کہ: اگر میں اسے تول کر بیچتا ہوں تو اس میں ایک لمبی مدت لگ جائیگی، اس نے اسے اٹکل سے معمولی قیمت پر بیچ دیا۔

میں نے لوگوں کو مختلف الخیال پایا ہے، ان کی خواہشات جداگانہ ہوتیں ہیں، ہر شخص دوسرے کی تردید وتنقیص کرتا ہے، اس کا دشمن اور اس کے پیٹھ پیچھے کہنے والا بنتا ہے، اس کے اقوال وآراء کی مخالفت کرتا ہے، میں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو میں نے ان میں سے کسی کی تقلید واتباع کی راہ نہ اپنائی، مجھے معلوم ہو چکا کہ اگر میں ان میں

سے کسی کی تصدیق کرتا ہوں تو مجھے اس کے حقیقی احوال کی اطلاع نہیں، تو میری حالت سچ تسلیم کر کے دھوکہ کھانے والے کی طرح ہو جائیگی، جس کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک چور ایک مال دار شخص کے گھر پر چڑھا، اس کے ساتھ چوروں کی ایک ٹولی بھی تھی، ان کے پیروں کی چاپ سے صاحب مکان جاگ گیا اور اپنی بیوی کو بھی بتلا دیا، اس سے چپکے سے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ چور گھر پر چڑھ گئے ہیں، مجھے تم ایسی آواز میں جگاؤ کہ چور سن لیں اور تم مجھ سے یوں کہو: اے آدمی! کیا تم مجھے بے شمار دولت اور اپنے بڑے خزانے کے بارے میں اطلاع نہیں دو گے؟ جب میں تمہیں اس سوال سے روکوں تو تم پھر باصرار مجھ سے یہ سوال کرنا، عورت نے ایسا ہی کیا، اس کی ہدایت کے مطابق اس سے سوال کیا، چور ان دونوں کی گفتگو کو سنے کے لئے خاموش ہو گئے، مرد نے عورت سے کہا: اے عورت! تقدیر تمہیں اس بے شمار رزق کے پاس لے آئی ہے، کھاؤ اور خاموش رہو، ایسی چیز کے بارے میں مجھ سے دریافت نہ کرو، اگر میں تجھے اس بارے میں بتادوں تو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اسے کوئی سن لے، پھر مجھے اور تجھے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے، عورت نے کہا: مجھے اس بارے میں بتلاؤ، ہمارے قریب میں ہماری گفتگو سننے والا کوئی نہیں ہے، اس آدمی نے عورت سے کہا: میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے یہ مال چوری کر کے اکٹھا کیا ہے، عورت نے کہا: کیسے؟ تم کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا: وہ اس طرح کہ مجھے چوری کے بارے میں ایک منتر معلوم تھا، جس سے یہ چوری کی کاروائی میرے لئے آسان ہو جاتی تھی اور کوئی شخص مجھ پر الزام تراشی نہیں کر سکتا تھا، عورت نے کہا: مجھے وہ منتر بتلاؤ، اس نے کہا: چاندنی رات میں، میں اور میرے ساتھی جاتے اور ہم کسی مال دار کے گھر پر چڑھ جاتے، میں اس روشن دان کے پاس جاتا جہاں سے گھر میں روشنی آتی ہے، اور یہ منتر (شولم، شولم) سات مرتبہ پڑھتا اور روشنی میں گھس جاتا، میرے اندر آنے کا کسی کو احساس نہیں ہوتا، میں ہر قسم کے مال و متاع کو لوٹ لیتا، پھر اس منتر کو سات دفعہ پڑھتا اور روشنی میں گھس جاتا، وہ میرے اندر سرایت کر جاتی تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس اوپر آجاتا، پھر ہم یہاں سے صحیح سلامت چل دیتے، جب چوروں نے یہ سنا تو کہا: آج ہم جس قدر

چاہے مال ودولت حاصل کر سکتے ہیں، پھروہ لوگ کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے، پھر انہوں نے سونچا کہ مالکِ مکان اوراس کی بیوی سو چکے ہیں، چوروں کا سردار روشن دان کے پاس آیااورسات مرتبہ(شولم،شولم) کہا، پھرروشنی میں گھس گیا؛ تاکہ گھرمیں اتر جائے اپنے سر کے بل زمین پر گر پڑا، مالک مکان ڈنڈا لے کراس پرٹوٹ پڑا، اس سے کہا: تم کون ہو؟اس نے کہا: میں انہونی چیزوں کی تصدیق کرکے دھوکہ کھانے والا ہوں، یہ تمہارے منتر کا کڑوا پھل ہے۔

جب میں نے انہونی چیزوں کی تصدیق چھوڑ دی (چونکہ اگر میں اس کی تصدیق کرتا ہوں تو میرے ہلاکت میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا) تو میں نے ادیان ومذاہب اوران میں معتدل اور درمیانی مذہب ومسلک کی کھوج شروع کردی، میں نے جتنے لوگوں سے بھی بات کی ان کے یہاں اپنے سوال کا جواب نہ پایا، میں نے ان کی گفتگو میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی کہ میں اپنی عقلی رہنمائی کی روشنی میں اس کی تصدیق کرتا اوراس کی اتباع وپیروی کرتا، جب مجھے کوئی ایسا معتبرآدمی نہ مل سکا کہ جس سے میں مشورہ کرتا تو میں نے اپنے آباء واجداد کو جس دن پر پایا تھا اسی کو اختیار کیا، جب میں نے اپنے آباء واجداد کے دین کو اپنانے کے لئے خود اپنے آپ سے دلائل طلب کئے تو میں نے اپنے آباءواجداد کے دین کے ثبوت کے لئے کوئی ٹھوس دلیل نہ پائی؛ بلکہ طبیعت نے یہ چاہا کہ ادیان ومذاہب کی تلاش وجستجو، اس بارے میں دریافت اورغوروفکر کے لئے بالکل فارغ ہو یا جائے، پھرمیرے دل میں موت کی قربت، دنیا کے جلد ختم ہوجانے، اہل دنیا کی موت، اورگردش زمانہ کے ان کی زندگی کو ختم کرنے کا خیال ہوا، جب مجھے ان ادیان ومذاہب کے حوالے سے تردد وپس وپیش کا اندیشہ ہواتو میں نے سونچا کہ جس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس سے بالکل ہی تعرض نہ کیا جائے اور دل کی گواہی جو کہ اگر دین ومذہب کے موافق ہوتی ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے ,چنانچہ میں نے قتل وقتال اور ماردھاڑ سے اپنے ہاتھ روک لیے، اور اپنے آپ کو تکلیف ،غیض وغضب، چوری، خیانت، جھوٹ، بہتان اورغیبت وغیرہ سے بچالیا، میں نے یہ ٹھان لیا کہ میں کسی پر ظلم

زیادتی نہ کروں گا اور نہ قیامت، قیامت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور ثواب وعذاب کو جھٹلاؤں گا، میں نے اپنے دل سے شرور وفتن ختم کر دیئے، بہترین لوگوں کی ہم نشینی کو اختیار کرنے کا ارادہ کیا، میں نے اصلاح ودرستگی اور تقویٰ وطہارت سے بہترین کوئی دوست اور رفیق نہ پایا، اگر اللہ کی مدد اور توفیق شامل حال رہے تو اس کی کمائی بھی بالکل آسان اور سہل الحصول رہے گی، اور میں نے دیکھا کہ وہ بھلائی کی رہنمائی کرے گی، خیر اور بھلائی کو بتلائی گی، جیسے ایک دوست کا دوسرے دوست کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے، میں نے بھی دیکھا کہ یہ (صلاح اور درستگی) خرچ کرنے سے نہیں گھٹتی؛ بلکہ اس کے حسن وخوبصورتی میں مزید اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، اس کو بادشاہ کے لوٹ لینے کا اندیشہ نہیں ہوتا اور نہ پانی میں ڈوب جانے، آگ میں جل جانے، چوروں کے اس پر ڈاکہ زنی کرنے اور نہ درندوں اور پرندوں کے اس کو پھاڑ کھانے کا خوف ہوتا ہے، میں نے یہ دیکھا کہ غافل، لاپرواہ شخص جو بالکل حقیر کم تر شئے کو آج حاصل ہو کر کل ختم ہونے والی ہوتی ہے، اس غیر معمولی اور عظیم چیز پر ترجیح دیتا ہے، جس کا نفع برقرار رہنے والا ہوتا ہے، ایسے شخص کو ویسے ہی نقصان اٹھانا پڑتا ہے، جیسے اس تاجر کو نقصان اٹھانا پڑا تھا جس کے بارے میں یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ: اس کے پاس ایک قیمتی جوہر تھا، اس نے اس میں سوراخ کرنے کے لئے ایک دن میں سو دینار کے بدلے ایک شخص کو اجرت پر لیا، اور اسے کام کرنے کے لئے اپنے گھر لے گیا، وہاں گھر کے کونے میں ''صنج'' نامی ایک باجہ رکھا ہوا تھا (یہ پیتل کی دو پلیٹیں ہوتی ہیں، جس کو ایک دوسرے پر مارنے سے ایک قسم کی سریلی آواز پیدا ہوتی ہے) تاجر نے اس مزدور سے کہا: کیا تم اس باجہ کو بجانا جانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، وہ اس کے بجانے میں کافی مہارت رکھتا تھا، اس سے تاجر نے کہا: یہ باجہ لے لو اور اس کی سریلی آواز ہمیں سناؤ، آدمی نے بجانا شروع کر دیا، اس کو بہترین اور بلند آواز میں بجانے لگا، تاجر اپنے ہاتھ اور سر کے اشارے کر کے جھومنے لگا، اسی میں شام ہوگئی، جب مغرب کا وقت ہوگیا تو اس آدمی نے تاجر سے کہا: میری اجرت دلا دو، اس سے تاجر نے کہا: کیا تم نے کوئی کام کیا ہے کہ تم اجرت کے مستحق ہو سکو؟ اس نے کہا: میں

نے تمہارے حکم کی تعمیل کی ہے، میں تمہارا مزدور ہوں، جس کام میں مجھے تم نے لگا یا وہ میں نے کیا، اس نے تاجر کے مسلسل پیچھے پڑکر اس سے سو دینار وصول کر لیے، اس کا جوہر (ہیرا) بغیر سوراخ کے یوں ہی پڑا رہا۔

جس قدر دنیا اور اس کی لذتوں پر میری نگاہ پڑتی رہی، اس سے میرا اعراض اور دوری بڑھتی ہی رہی، میں نے دیکھا کہ عبادت وریاضت سے ہی آخرت کی راہ ہموار ہوتی ہے، جیسے باپ اپنے بیٹے کے لئے آگے کی راہیں ہموار کرتا ہے، میں نے دیکھا کہ یہی ایک دائمی اور ابدی راحت وآرام کے حصول کا کھلا دروازہ ہے، میں نے دیکھا کہ عبادت گذار، متقی شخص اپنے معاملہ کو سنجیدگی اور وقار کے ساتھ سونچتا ہے، شکر کرتا ہے، تواضع اختیار کرتا ہے، قناعت اور کفایت شعاری کو اپناتا ہے، راضی برضا رہتا ہے، غم وفکر نہیں کرتا، دنیا سے کنارہ کش ہوتا ہے اور شرور وفتن سے محفوظ رہتا ہے، خواہشات ولذات کو چھوڑکر پاک صاف ہوجاتا ہے، حسد کو چھوڑ دیتا ہے اور محبوب ہوجاتا ہے، ہر چیز میں سخاوت نفس کا مظاہرہ کرتا ہے، عقل کو استعمال کرکے انجام سے باخبر ہوجاتا ہے اور ندامت وشرمندگی سے بچ جاتا ہے، ان سے ڈرتا ہے اور نہ ان کے جانب میلان رکھتا ہے اور ان سے محفوظ ومامون رہتا ہے، میں نے جس قدر عبادت وریاضت پر غور وفکر کیا ہے، اس قدر اس میں میری دلچسپی بڑھ گئی ہے؛ یہاں تک کہ میں نے یہ سونچا کہ میں بھی ایک عابد وزاہد شخص ہوتا، پھر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میں زاہدانہ زندگی کو برداشت نہیں کر پاؤں گا، مجھے اطمینان نہیں تھا کہ اگر میں دنیا کو چھوڑ دوں اور عبادت وریاضت میں لگ جاؤں تو میں اس سے بھی رہ جاؤں، اور ان کاموں کو ترک کردوں جن سے مجھے نفع کی امید تھی، جن کاموں کو میں انجام دے کر اس سے دنیا میں لذت اندوز ہوتا، اس بارے میں میری مثال اس کتے کی سی ہوتی جس کا گذر ایک نہر پر ہوا، اس کے منہ میں آنت تھی، اس آنت کے سایہ کو اس نے پانی میں دیکھا تو اس کو لینے کے لئے جھکا، اس طرح اس کے ساتھ کی آنت بھی ضائع ہوگئی اور اس کو پانی میں بھی کچھ نہ ملا، تو میں نے زاہدانہ زندگی سے بہت زیادخوف کیا، تنگی وتنگ دستی اور صبر کی کمی کا بھی مجھے اندیشہ ہوا، تو میں نے اپنے سابقہ حالت پر ہی برقرار رہنا

چاہا، پھر میں نے ان اندیشوں کا کہ عبادت وریاضت میں جس پر میں صبر وضبط نہ کر پاتا یعنی تکلیف، تنگی، دشواری وغیرہ اور دنیادار کو جو آزمائش اور امتحان درپیش ہوتے ہیں، دونوں کا جائزہ لینا چاہا: تو مجھے یہ پتہ چلا کہ دنیا کی تمام شہوات اور لذات کا انجام تکلیف اور غم کا پیدا کرنا ہے، دنیا اس کھارے پانی کے مانند ہے، جس کے پینے والے کی پیاس میں مسلسل پینے پر بھی اور اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، یہ اس ہڈی کے مانند ہے جو کسی کتے کو ملتی ہے اور وہ اس میں گوشت کی خوشبو محسوس کرتا ہے، وہ اس ہڈی سے گوشت کو حاصل کرنے کی کوشش میں اپنے منہ کو زخمی کر لیتا ہے، یہ دنیا اس چیل کے مانند ہے، جسے ایک گوشت کا ٹکڑا حاصل ہوتا ہے، تو اس پر سارے پرندے ٹوٹ پڑتے ہیں، وہ اسے لے کر مسلسل چکر لگاتے ہوئے تھک ہار جاتا ہے، جب وہ بہت زیادہ تھک جاتا ہے تو اس گوشت کے ٹکڑے کو پھینک دیتا ہے، یہ دنیا اس شہد کے مانند ہوتا ہے جس کی تہہ میں زہر ہوتا ہے، جس کی وقتی حلاوت ولذت کا انجام بری موت پر ہوتا ہے، دنیا سونے والے کے اس خواب کے مانند ہے جس سے اسے خوشی ہوتی ہے، جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کی یہ خوشی کافور ہو جاتی ہے، جب میں نے ان چیزوں کے تعلق سے غور کیا تو میں نے زہد وتقویٰ کو اختیار کرنے کا ارادہ کیا، میرا شوق مجھے اس جانب حرکت دینے لگا، پھر میں نے اپنے نفس سے جھگڑا کیا تو وہ اس وقت بھی اپنی شرارت پر جما ہوا تھا، کبھی وہ اپنے کئے ہوئے پختہ ارادہ پر برقرار نہیں رہ پاتا تھا، اس قاضی کی طرح جس نے صرف ایک فریق کی بات سنی اور اس کے حق میں فیصلہ کر دیا، پھر جب دوسرا فریق آیا تو پہلے کو بلا کر اس کے خلاف فیصلہ کر دیا، پھر میں نے زہد وتقویٰ کے اختیار کرنے میں مشقتوں اور تنگیوں پر غور کیا، میں نے کہا: دائمی راحت وآرام کے مقابلہ میں یہ مشقت بالکل حقیر اور کمتر ہے، پھر میں نے نفس کی دنیا کی لذتوں اور راحتوں کی آرزو اور لالچ کو دیکھا، تو میں نے کہا: یہ کس قدر کڑوے اور تکلیف دہ ہیں، یہ دائمی عذاب اور ہولناکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، بعد کی طویل حلاوت ولذت کے لئے انسان تھوڑی سی کڑواہٹ کو کیسے میٹھا باور نہیں کر سکتا؟ تھوڑی سی مٹھاس جس کے بعد دائمی کڑواہٹ کا سامنا کرنا ہے کیوں کر نہیں

گذرے گی؟

میں نے کہا: اگر کسی کو یہ پیشکش کی جائے کہ وہ سوسال کی زندگی پائے؛ لیکن ہر دن اس کے جسم کا ایک حصہ کاٹ لیا جائے، پھر دوسرے دن اسے یہ حصہ لوٹا یا جائے، اس سے یہ بھی وعدہ کیا جائے کہ جب سوسال مکمل ہوجائیں گے تو وہ ہر تکلیف اور درد سے محفوظ ہوجائے گا اور وہ بالکل امن وسکون کی حالت میں لوٹ جائے گا، تو وہ ان سوسالوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دے گا، زہد وعبادت میں گذرے ہوئے چند دنوں کے صبر، اور ان دنوں کی تھوڑی سی تکلیف، جس کے بعد بھلائی ہی بھلائی آنی والی ہے؛ کیوں کر کوئی ان کا انکار کرسکتا ہے؟ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا ساری کی ساری آزمائش اور عذاب ہے، کیا انسان اس کے ماں کے پیٹ میں سے رہنے سے لے کر اپنی زندگی پوری کرنے تک دنیا کے عذاب میں مبتلا نہیں رہتا؟ جب وہ بچہ ہوتا ہے تو اسے طرح طرح کی تکلیفیں سہنی پڑتی ہیں، اگر وہ بھوکا ہوتا ہے تو کھانا طلب نہیں کرسکتا، اگر پیاسا ہو تو پانی طلب نہیں کرسکتا، یا کسی تکلیف میں مبتلا ہوجائے تو کسی سے مدد طلب نہیں کرسکتا، اس کے علاوہ اسے رکھنے، اٹھانے، لپیٹنے، تیل لگانے اور مالش کرنے میں جو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ علاحدہ ہیں، اگر اسے پیٹھ کے بل (زمین پر) ڈال دیا جاتا ہے تو وہ پلٹ نہیں سکتا، دودھ پینے کے زمانے میں اسے اور کئی قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں، جب وہ دودھ پینے کی تکلیف سے چھٹکارہ پاتا ہے، تو اسے تعلیم (پڑھائی) کی تکلیف میں مبتلا ہونا پڑتا ہے، اس میں بھی اسے کئی طرح کی اذیتیں سہنی پڑتی ہیں: استاذ کی سختی، سبق کی پریشانی، لکھنے کی اکتاہٹ ...... پھر اس کے ساتھ دوا، پرہیز، بیماریوں اور تکلیفوں کا ایک بڑا حصہ ہوتا ہے، جب وہ پختہ اور جوان ہوتا ہے تو مال کا اکٹھا کرنا اور بچوں کی تربیت یہ اس کا مقصد بن جاتا ہے، طلب وکوشش، محنت ومشقت اور تکان کے خطرات اسے مول لینے پڑتے ہیں، اس کے ساتھ وہ اپنے اندرونی دشمنوں سے بھی برسرِ پیکار رہتا ہے، جن میں صفرائ، سودائ، ہوا، بلغم، خون، جان لیواز ہر اور ڈسنے والے سانپ شامل ہوتے ہیں، اس کے ساتھ اسے درندوں کا خوف ہوتا ہے، اسے گرمی، سردی، بارش اور ہواؤں کا دفع کرنا پڑتا

ہے، پھر بوڑھا پا طاری ہونے پر اسے کئی طرح کی تکالیف سے واسطہ ہوتا ہے، اگر وہ ان چیزوں سے بالکل نہ ڈرتا ہو، ان چیزوں سے مامون ومحفوظ ہو، اور اسے ان تکلیفوں سے محفوظ رہنے کا یقین ہو، وہ ان کے حوالے سے غور وفکر ہی نہ کرتا ہو تو کم ازکم اسے اس گھڑی کا تو خیال کرنا چاہیے جس میں اس کی موت آئے گی، وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے گا اور وہ اس وقت اپنے اوپر آنے والے مصائب کو یاد کرے، اہل وعیال اور عزیز واقارب کی جدائیگی ، یہ تمام دنیاوی مصائب ہیں ،موت کے بعد اسے بڑی ہولنا کی کا سامنا کرنا ہے، اگر وہ اس طرح نہیں کرتا ہے تو وہ شخص عاجز بے کس، زیادتی کرنے والا ،خست وذلت کا دلدادہ اور ملامت کا مستحق گردانا جائے گا، کون شخص ایسا ہوگا جو ان تمام باتوں کو جان کر کل کے لئے محنت وکوشش کے ذریعے تدبیر نہ کرتا ہو، دنیا کے شہوتوں ولذتوں کے اشغال اور اس کی غفلت کو ترک نہ کرتا ہو، خصوصاً اس دور میں جو بظاہر تو صاف وشفاف نظر آتا ہے؛ لیکن وہ گندہ اور گدلا ہے، اگر چہ کہ بادشاہ عزم کا پختہ، قدرت والا، بلند ہمت، کھوجی (جستجو کرنیوالا) انصاف پسند، پرامید، سچ گو، شکر گذار، وسیع القلب، لوگوں اور ان کے کاموں سے واقف کار، علم، کارِ خیر اور بھلے لوگوں سے محبت کرنیوالا، ظالموں اور جابروں پر سخت جان، باہمت، حوصلہ مند، خوددار، رعایا کی مرغوبات میں کشادگی اور ناپسندیدہ چیزوں کو ان سے دور کرنے میں نہایت ہمدرد ورفیق ہے؛ لیکن زمانہ ہر جگہ الٹی چال چل رہا ہے، ایسا لگتا ہے سچائی لوگوں سے ختم ہوتی جارہی ہے، نفع بخش چیزیں مفقود ہوتی جارہی ہیں، نقصاندہ چیزیں وجود میں آرہی ہیں، خیر اور بھلائی (کا دائرہ) سکڑتا جارہا ہے، شر اور فساد تر وتازہ ہوتے جارہے ہیں، گویا سمجھ بوجھ کی راہیں ختم ہورہی ہیں، حق شکست کھا رہا ہے، باطل کی اتباع وپیروی کی جارہی ہے، گویا خواہشات کی پیروی احکام کی خلاف ورزی یہ حکام کا وطیرہ بن گیا ہے، مظلوم کی جائے پناہ موت بن گئی ہے، ظالم کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے، حرص وہوس نے اپنے منہ کھول رکھیں ہیں، دور ونزدیک کی ساری چیزیں وہ ہڑپ کر رہا ہے، رضاجوئی وخوشنودی (کا مادہ) ناپید ہوگیا ہے، گویا بدمعاش آسمان کو چڑھنا چاہتے ہیں، گویا اچھے لوگ زمین کے نچلے

حصے کے خواہش مند ہیں، انسانیت وشرافت گویا بلندی سے نہایت پستی کی طرف پھینک دی گئی ہے، کمینگی آسان اور قابلِ عزت چیز بن گئی ہے، سلطنت شریف لوگوں سے رذیل لوگوں میں منتقل ہوگئی ہے، گویا دنیا خوشی ومسرت کا ذریعہ بن گئی ہے۔

تو یوں کہے گا: بھلائی اور اچھائی کے کام ناپید ہوگئے ہیں، برائیاں نمایاں ہوگئی ہیں، جب میں نے دنیا اور اس کے معمولات میں غور کیا اور اس بارے میں کہ وہ (انسان) مخلوق میں سب سے عظیم اور شریف ہے؛ لیکن پھر وہ فتنہ فساد اور ہموم وغموم ہی کی طرف لوٹتا ہے، تو میں نے جان لیا کہ یہ عقل مند انسان نہیں جو ان چیزوں کو جان کر اس سے اپنی نجات کی تدبیر نہیں کرتا، میں نے اس بارے میں خوب تعجب وحیرت کیا، پھر میں نے دیکھا کہ انسان کی اس بارے میں تدبیر کرنے میں نہایت ہی حقیر ومعمولی لذت رکاوٹ بنتی ہے، جو سونگھنے، چکھنے، دیکھنے، سننے اور چھونے سے بڑی نہیں ہے، گویا کہ اسے محض پانی کا جھاگ ہاتھ لگا ہے یا اس کا معمولی حصہ اسے حاصل ہوا ہے، یہی اسے اپنی ذات میں دلچسپی لینے اور اس کی نجات وبچاؤ کی جستجو کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔

میں نے انسان کی مثال تلاش کی، اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو بے قابو ہاتھی کے خوف سے کنویں میں پناہ لیتا ہے، وہ اس میں اتر کر کنویں کے اوپر دو ٹہنیوں کو پکڑ کر لٹک جاتا ہے، کنویں کے اندر اس کے پیر کسی چیز پر پڑتے ہیں، وہ چار سانپ ہیں، جنہوں نے پتھروں سے اپنے منہ نکال رکھے ہیں، پھر وہ کنویں کی گہرائی میں دیکھتا ہے تو وہاں ایک بھیانک جانور اپنا منہ کھولے ہوئے اس کا انتظار کر رہا ہے کہ وہ گر جائے تو اسے نگل لے، پھر اس نے اپنی نگاہیں ان ٹہنیوں کی طرف ڈوڑائیں، تو وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ان ٹہنیوں کے کنارے دو چوہے: ایک سفید، ایک کالا، وہ دونوں مسلسل بغیر کسی سستی اور کاہلی کے ان دونوں ٹہنیوں کے کاٹنے میں مصروف ہیں، ابھی وہ اپنی حفاظت کے بارے میں غور وفکر کرتا ہوتا ہے کہ اسے وہیں قریب شہد کا ایک چھتہ دکھائی پڑتا ہے، وہ اس کا شہد چکھتا ہے، اس کی مٹھاس اور اس کی لذت اسے اپنے حوالے سے غور وفکر سے غافل کر دیتی ہے، وہ اپنی نجات اور خلاصی کی جستجو سے رہ جاتا ہے، اسے یہ خیال نہیں ہوتا

ہے کہ دو چوہے ان ٹہنیوں کے کاٹنے میں لگے ہوئے ہیں، جیسے ہی یہ ٹہنیاں ٹوٹ جائیں گی تو وہ اس بھیانک جانور پر گر جائے گا، وہ شہد کی لذت وحلاوت میں ایسا مگن، مصروف ہوتا ہے کہ بالکل بے خبر، یہاں تک کہ وہ اس جانور کے منہ میں گر جاتا ہے، وہ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

اس مثال میں کنویں کو اس دنیا کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو آفات ومصائب سے بھری پُری ہے، ان چار سانپوں کو انسان میں موجود چار عناصر (صفراء، سودائ، خون اور بلغم) سے تشبیہ دی گئی ہے، جب ان میں سے کوئی بڑھ جاتا ہے تو یہ سانپ کے ڈنک اور (آخری انجام کو پہچانے والا) موت کا زہر ثابت ہوتا ہے، ان دو ٹہنیوں کو انسان کی اس مدتِ حیات سے تشبیہ دی گئی ہے جو ضرور ختم ہوگی، اس کالے اور سفید چوہے کو اس رات اور دن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو انسان کی مدتِ حیات کو ختم کر دیتے ہیں، اس خطرناک جانور کو انسان کے اس انجام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس سے وہ ضرور دو چار ہوگا (موت) شہد کو اس تھوڑی سی لذت وحلاوت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو انسان کھاتا ہے، سنتا ہے، سونگھتا ہے، چھوتا ہے، اور اپنے آپ سے اور اپنی حالت سے غافل اور لاپرواہ ہو جاتا ہے اور اپنے مقصد وراستے سے ہٹ جاتا ہے۔

اس وقت میں نے یہ طئے کیا کہ میں اپنی حالت پر راضی رہوں گا، اور اپنے اعمال کو جس قدر ممکن ہو سکے درست کرتا رہوں گا، شاید کہ میری باقی زندگی میں ایسے لمحات میسر آجائیں کہ جس میں اپنی ہدایت کی راہ اور نشان اور اپنے نفس پر قابو پاؤں، میں اپنی اسی حالت پر برقرار رہا، بہت ساری کتابوں کے نقول حاصل کئے اور اس کتاب کی نقل حاصل کرنے کے بعد ملکِ ہند سے واپس ہو گیا۔